ISLAMIC REASERCH CENTRE
JAMIA SALAFIA, REORI TALAB
VARANASI (INDIA)

مرکزی دار العلوم بنارس کا دینی علمی اور ادبی ماہنامہ

محدث

ادارة البحوث الاسلامية والدعوة والافتاء بالجامعة السلفية بنارس

★

عدد مسلسل ٣١ ◎ ذی القعدہ ١٤٠٤ھ ◎ اگست ١٩٨٤ء

AsliAhleSunnet.com

برگ وبار

صفحہ

◎ نقش راہ :

ثم قست قلوبکم - مدیر ۳

◎ آیات وانوار :

فکر ساعۃ خیر - ڈاکٹر محمد معین فاروقی شعبہ حیوانیات مسلم یونیورسٹی علیگڑھ ۶

◎ منہاج نبوت :

بچاؤ کا پیغمبرانہ طریقہ - ابو ہشام اعظمی ۱۲

◎ آئینہ خانہ :

بزعم خویش - ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری ۱۷

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب نواب صدیق حسن اور مولانا مدنی کی نظر میں - مولانا محفوظ الرحمن فیضی ۳۲

◎ آثار ونقوش

اسلامی تہذیب میں فن تعمیر - محمد مسعود عالم قاسمی ۲۶

◎ عالم اسـلام :

نیلی کے بعد بھیونڈی - روزنامہ ٹائمس آف انڈیا ۴۹

◎ جماعت وجامعہ :

صوبائی جمعیۃ اہلحدیث بمبئی کی ریلیف خدمات - مولانا عبد النور راغب ۵۳

◎ وفیـات :

مولانا احسان اللہ صاحب کی والدہ - مولانا محمد امین ریاضی ۵۴

حاجی محمد وانی شوپیانی کشمیر - محمد عبد اللہ طاوی ”

صوفی عبد الرحمن صاحب کلکتہ - ادارہ ۵۶

AsliAhleSunnet.com

جامعہ سلفیہ کا علمی ادبی اور اصلاحی رسالہ

ماہنامہ

محدث

بنارس

ذیقعدہ ۱۴۰۴ھ • اگست ۱۹۸۴ء

بدلِ اشتراک

سالانہ : ۲۵ روپے

ششماہی : ۱۳ روپے

فی پرچہ : ۲/۵۰ روپے

بیرونِ ملک سے سالانہ : ۱۵ ڈالر

ترتیب

صفی الرحمٰن مبارکپوری

ناشر : جامعہ سلفیہ بنارس

طابع : عبدالوحید

مطبع : سلفیہ پریس بنارس

کاتب : انور جمال

: پتہ :

خط و کتابت کے لیے : ایڈیٹر محدث، جامعہ سلفیہ ریوڑی تالاب بنارس

بدل اشتراک کے لیے : مکتبہ سلفیہ ریوڑی تالاب بنارس

→ MAKTABA SALAFIAH REORITALAB VARANASI-1

ٹیلی گرام : "دارالعلوم" وارانسی • ٹیلی فون : ۶۳۵۷۷

AsliAhleSunnet.com

وصیّت

ڈاکٹر اقبال

تو رہ نوردِ شوق ہے منزل نہ کر قبول
لیلیٰ بھی ہمنشیں ہو تو محمل نہ کر قبول

اے جوئے آب بڑھ کے ہو دریائے تند و تیز
ساحل تجھے عطا ہو تو ساحل نہ کر قبول

کھویا نہ جا صنم کدۂ کائنات میں
محفل گداز گرمیٔ محفل نہ کر قبول

صبحِ ازل یہ مجھ سے کہا جبرئیل نے
جو عقل کا غلام ہو وہ دِل نہ کر قبول

باطل دوئی پسند ہے حق لاشریک ہے
شرکت میانۂ حق و باطل نہ کر قبول

AsliAhleSunnet.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ راہ

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ

پھر تمہارے دل سخت ہو گئے

بمبئی، بھیونڈی اور اس کے اطراف و نواح میں جو قیامت صغریٰ برپا ہوئی اس کے مختلف گوشوں پر اس قدر روشنی ڈالی جاچکی ہے کہ ہمیں کچھ کہنے اور لکھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ ہنگامہ و فساد کی اس خونین لہر سے صرف اسی علاقے کے لوگ متاثر نہیں ہوئے، بلکہ ہمارے علاقے مشرقی یوپی میں بھی بستی بستی کہرام مچا ہوا تھا۔ کیونکہ مہاراشٹر کے ان علاقوں میں ہمارے اس نواح کے بیشمار افراد رہ رہے تھے۔ اور پے بہ پے تشویشناک خبریں چلی آرہی تھیں۔

اس فساد — بلکہ سارے ہی فسادات — کا ایک پہلو ایسا ہے جس پر مسلمان عموماً توجہ نہیں کرتے۔ حالانکہ توجہ کرنے کا اصل پہلو یہی ہے۔ ہمارا اور سارے مسلمانوں کا ایمان ہے کہ اس کائنات کا ایک پتہ بھی ہل نہیں سکتا، جب تک کہ پروردگار عالم کی طرف سے اسے ہلنے کا اِذن اور حکم نہ مل جائے۔ اس لیے ہم پر جو افتاد پڑتی ہے، یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے اور قضا و قدر کے تحت پڑتی ہے۔ اس کا ارشاد ہے قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا۔ (اے پیغمبر! آپ کہدیں کہ ہم پر ہرگز کوئی آفت نہیں آسکتی مگر وہی جو اللہ نے ہمارے لیے لکھدی ہے — اور اللہ جو کچھ کرتا ہے اور جو فیصلے صادر فرماتا ہے وہ عین عدل و انصاف ہوا کرتا ہے۔ اس میں ظلم کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ وہ خود فرماتا ہے وما انا بظلام

AsliAhleSunnet.com

فکر ساعةٍ خیرٌ

ڈاکٹر محمد معین فاروقی
شعبہ حیوانیات، مسلم یونیورسٹی

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا يَخْشَى
اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ۝

پھر ایک دوسرے مقام پر عقل والوں کی تعریف یوں بیان فرمائی۔

الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ (۳:۱۹۱)

مندرجہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کا علم رکھنے والے عاقل بندوں کی تعریف یوں بیان کی گئی ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو کھڑے بیٹھے، کروٹ کروٹ اللہ کو یاد کرتے ہیں اور پھر اللہ کی مخلوقات کی عمیق گہرائیوں میں اتر کر اس کی حکمت بالغہ اور قدرت کاملہ کا اعتراف کر کے بے ساختہ ملتجی ہوتے ہیں کہ اے میرے رب تو نے یہ سب کچھ عبث نہیں بنایا، تو عیب سے پاک ہے، ہم کو دوزخ کی آگ سے بچا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ کی عظمت کا علم رکھتے، اسی علم کو اخروی سعادت کا ذریعہ سمجھتے اور صحیح معنوں میں اللہ سے ڈرتے ہیں۔

ان ارشادات ربانی کی روشنی میں مسلمان اگر اپنی دینی زندگی کا اجمالی جائزہ لیں تو یہ جان کر بڑی مسرت ہوتی ہے کہ دن کے چوبیس گھنٹے میں کوئی لمحہ ایسا نہیں گذرتا جبکہ کسی نہ کسی جگہ اللہ کا ذکر نہ ہوتا ہو۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ قابل افسوس بات یہ ہے جو علوم خداوند کریم کی آیات اور مخلوق میں اس کے افعال کی معرفت کا ذریعہ بن سکتے تھے،

AsliAhleSunnet.com

ان سے ہم تقریباً ناآشنا ہیں۔ صدیوں سے ہمارے شعور کا یہ گوشہ خالی ہے۔ قرآنی تعلیم کا مقصد ایک صاحبِ ذکر و فکر شخصیت کی تعمیر ہے جس سے صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا۔

جب کلام مجید کی ان آیات پر غور کیا جائے جو کائناتی مظاہر پر تفکر اور تدبر کی ترغیب دلاتی ہیں تو ایک عامی بھی یہ محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ کس طرح اطراف و جوانب میں بکھری ہوئی مادی اشیاء کی جانب ہماری توجہ مبذول کرائی جا رہی ہے۔ کہیں اجرامِ فلکی کے مداروں کی طرف اشارہ کر کے نظامِ کائنات پر غور و خوض کی ترغیب ہے، کبھی پکتے ہوئے پھل اور پھوٹتے ہوئے بیجوں پر نت نئے سوال چھیڑ کر فکر میں تحریک پیدا کی جا رہی ہے، کہیں مویشیوں اور پرندوں کی ساخت پر غور و خوض کی دعوت ہے، اس فکری دعوت کی اہمیت کا اندازہ یوں بھی ہو سکتا ہے کہ قرآن حکیم میں جتنی آیتیں شرعی احکام و فرائض سے متعلق ہیں ان سے تقریباً پانچ گنا زیادہ عجائباتِ قدرت پر غور و فکر کی دعوت دے رہی ہیں۔ ایک بات اور بھی قابلِ غور ہے وہ یہ کہ جن اشیاء و مظاہر کی طرف اشارے کیے گئے ہیں وہ ہمارے سارے مادی ہیں جن کا احاطہ قطعاً ہمارے فہم و ادراک سے ممکن ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ زمانہ کے ساتھ ساتھ فکری زاویے بھی بدلتے رہتے ہیں۔ ایک دور تھا جبکہ روحانیت کا غلبہ تھا آج اس کا دائرہ تنگ ہوتا جا رہا ہے۔ الحاد و بے دینی روز افزوں ترقی پر ہے، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جدید علوم کے تعلیم یافتہ مسلمان قرآن سے تقریباً ناواقف ہیں اور دوسری طرف دینی علوم کے عالم عصری علوم کی زبان تک سے واقف نہیں۔ ایک طبقہ معروضی طرز پر کائناتی مظاہر کو اپنا محورِ فکر بناتا ہے اور اس طرح اپنی عقل کو مطمئن کر لیتا ہے دوسرا طبقہ استدلال کے ان رموز سے تقریباً ناآشنا ہے، کتنے حضرات ایسے ہوں گے جنہوں نے مدرسوں کی حدود سے نکل کر آسمان کے اس وسیع سائبان کے نیچے اللہ کی تخلیق کے وافر نمونوں پر اس نیت سے نظر ڈالی ہو گی کہ ان میں اللہ کی نشانیاں موجود ہیں۔ قرآن کی تاکید ہے کہ ناواقف، اہلِ علم کی طرف رجوع ہوں، لیکن کتنے ایسے ہیں جنہوں نے اس ارشادِ ربانی کو آویزہ گوش بنایا۔ اور ان لوگوں کے علم سے استفادہ کیا جنہوں نے اپنی پوری زندگی کائنات کے اسرار و رموز کو سمجھنے کے لیے وقف کر دی۔ علمائے قدیم اور جدید الگ الگ راہوں پر چلتے رہے، اگر یہ دونوں طبقے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے تو یہ آیاتِ آفاق و انفس کی گرہ کشائی انسانیت کو کہاں سے کہاں پہنچا دیتی۔ یہ تو قرآن حکیم کا اعجاز اور اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت کا بین ثبوت ہے کہ جن قوموں نے شعوری یا غیر شعوری طور پر قرآن کی اس فکری دعوت پر عمل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس دنیا میں سرفراز کیا۔ حاملینِ قرآن نے جب تک

AsliAhleSunnet.com

اس مقدس کتاب سے روشنی لی اس وقت تک علم و تحقیق کی امامت کے بلند منصب پر فائز رہے اور جب اس سے روگردانی کی دوسروں کے دست نگر ہو کر رہ گئے۔

یہ دنیا عالم اسباب ہے۔ اس کا نظام اس نہج پر وضع کیا گیا ہے کہ مادہ میں اس وقت تک کوئی حرکت ممکن نہیں جب تک کوئی سبب اس سے وابستہ نہ ہو، جب کائنات میں سبب اور نتیجہ کا قانون کام کر رہا ہو تو حوادث و واقعات کے اسباب دریافت کیے بغیر دنیا کے ذخائر سے کس طرح فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے، انھیں اسباب میں تسخیر کائنات کا جواز موجود تھا۔ یہ مقدس راہ قرآن نے تجویز کی تھی، اس سبق کو بھلا کر سب سے بڑا خسارہ یہ ہوا کہ جو دین پوری زندگی پر محیط تھا وہ چند بے جان عبادات تک محدود ہو کر رہ گیا۔ آج انبیاء کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے، خرق عادات کے نمونے ظاہر نہیں ہوتے، نفس پر عقل کی حکمرانی ہے۔ یہ سچ ہے کہ عقل ہی نے انسان کو اشرف بنایا مگر یہی عقل کبھی کبھی بے راہروی اور گمراہی کے اسباب بھی فراہم کرتی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس عقل کی کجروی کا سدباب کیا جائے۔ عقل کی رسائی محدود ہے اور انسانی تجربات غلطیوں سے بالکل محفوظ نہیں رہتے۔ مشاہدات میں بھی بسا اوقات دھوکا ہوتا ہے۔ دراصل وحی کے سوا علم کا کوئی ذریعہ بھی بے خطا نہیں ہے، کتاب الٰہی کے ساتھ کائناتِ ربانی پر غور و خوض، نتائج و انکشافات کو حقیقت سے دور نہیں ہونے دیتا ورنہ عقل بے زمام کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہے۔ البتہ غور و خوض جمود و تنگ نظری سے پاک ہو، حالیہ حیاتیاتی اور طبیعیاتی انکشافات سے فائدہ اٹھائیں لیکن شرط یہ ہے کہ ان سے خالص علمی حد تک ہی اخذ و استفادہ کیا جائے اور ان کی نظریاتی و مفروضاتی توجیہات پر بے چون و چرا اعتماد نہ کیا جائے۔ بنیادی عقائد میں ثبات و استحکام ہو، اس کے بعد عقل اور تجربہ کی روشنی میں اللہ کی عظیم تخلیق کا مطالعہ کیا جائے۔ کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کا باعث کوئی بے شعور مادہ نہیں ہے بلکہ ایک علیم و بصیر ذات کی کارفرمائی ہے۔ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے وہ سب ان مقررہ اصول و قوانین کے مطابق ہوتا ہے جو خالق کائنات نے وضع کیے ہیں۔ مگر چونکہ ذاتِ حقیقی پردۂ غیب میں نہاں ہے، اس عالم اسباب میں نظر نہیں آ سکتی، اس لیے لازم ہے کہ اس کے حکم کے مطابق اس کی نشانیاں اس کی قدرت کے مظاہر میں تلاش کی جائیں جن کا ادراک قطعی طور پر ہمارے حواس سے ممکن ہے، یہی نشانیاں اس کے وجود، اس کی حکمت اور اس کی تدبیر و تقدیر پر پوری پوری دلالت کرتی ہیں اور یہی قوتِ دلالت انسان کے سوئے ہوئے ذہن کو جھنجوڑ کر بیدار کر سکتی ہے۔

AsliAhleSunnet.com

اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں جملہ بنی نوع انسان سے یہ عہد لیا تھا کہ میں تمھارا رب ہوں۔ (الست بربکم) اور ان سب نے بیک زبان اقرار کیا تھا کہ بیشک تو ہمارا رب ہے (قالوا بلیٰ شہدنا)
اب یہاں جب کائناتی نظام کی پیچیدگیوں پر غور کیا جائے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عالم اسباب میں انسانی عقل کے ذریعہ اُسی عہد کی تجدید کرانا چاہتا ہے۔ یہی عقل کا منتہی ہے اور خلق کائنات کا راز بھی اسی میں مضمر ہے۔ واضح رہے کہ اس امر کی تصدیق اسی وقت ممکن ہے جب خلوص نیت اور مذہبی تقدس کے ساتھ مظاہر کا مطالعہ کیا جائے اور ان اصول و قوانین کا پتہ لگایا جائے جو نہایت نظم و ضبط کے ساتھ ذرات سے کائنات تک جاری و ساری ہیں۔ جن لوگوں نے اس جذبہ کے ساتھ قدرت کا مطالعہ کیا ہے، انھوں نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ اس کائنات پر تصرف کرنے والی ایک عظیم قوت ہے جو عقلِ انسانی سے ماوراء ہے۔ آئن سٹائن نے ایک موقع پر کہا تھا:

"میرا مذہب اس لامحدود، اعلیٰ قوت کے اعتراف سے عبارت ہے جس کی ہلکی سی رمق ہمارے نحیف و ناتواں ذہنوں پر منکشف ہوتی ہے۔"

دراصل اسلامی فکر کا منبع وہ یقین محکم ہے جو وجود باری تعالیٰ کے اقرار سے متعلق ہے۔ جب تک اس اقرار کا حق ادا نہ ہو جائے اس وقت تک عقیدہ اور عمل میں خلوص پیدا نہیں ہوتا، حق اس کا یہ ہے کہ ہم اللہ کو اس طرح مانیں جیسے کہ آنکھ سے دیکھ رہے ہوں اور اگر یہ کیفیت پیدا نہ ہو سکے تو اتنا ضرور ہو کہ وہ ہم کو دیکھ رہا ہے۔

ہمارے دینی مراکز یقیناً قابلِ تحسین، ان کی گوناگوں علمی خدمات سے انکار نہیں کیا جا سکتا، البتہ قرآنی تعلیم کا وہ اہم حصہ جس کا تعلق علوم کائنات سے ہے اور جس کے حصول کے لیے قرآن نے بار بار توجہ دلائی ہے نیز جسے عبادت کا مقام بھی حاصل ہے۔ (فکر ساعۃ خیر من عبادۃ ستین عاماً۔ بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی) نظر انداز ہو گیا ہے۔ نہ معلوم وہ کون سے عوامل مانع رہے کہ صدیوں سے اس طرف کوئی توجہ نہیں کی گئی اور نہ اس کو نصاب میں شامل کرنے کا کوئی منصوبہ بظاہر نظر آتا ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ مظاہر قدرت کے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کی جائیں، جن کے بغیر تفکر کی راہ ہموار نہیں ہو سکتی۔ شب و روز کی تحقیقات سے علم کا دریا وسیع تر ہوتا جا رہا ہے، کیا اچھا ہوتا کہ ان حقائق کو دینی نصاب میں شامل کر کے ایک ایسی فضا وجود میں

AsliAhleSunnet.com

لائی جاتی جو ہمارے طلباء کے لیے فکر کا مواد اور اس کی مشق کے لیے ذرائع فراہم کرتی ، ان سطور سے ہمارا مقصد نہ تو مروجہ تعلیمی نظام پر کوئی تخریبی تنقید ہے ۔۔ اور نہ ہی کسی قسم کی تشنہ زنی سے شخصیتوں کو مجروح کرنا ہے ۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ یہ قرآن کریم کے ساتھ بڑی بے انصافی ہوگی ۔ اگر ہم فکری دعوت کو نظر انداز کر کے عصری تقاضوں کو پورا نہ کر سکیں ۔ اے دین حق کے علمبرداران ! اٹھو اور خلائی پرواز کی تیاریوں میں مشغول ہو جاؤ ۔

بچوں کی دینی تعلیم کا مسئلہ اس سے بھی زیادہ اہم ہے ۔ ماہر نفسیات ایرکسن کے خیال کے مطابق ۱۱-۶ سال کے بچے میں اتنی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ چیزوں کی بناوٹ اور طریقۂ کار پر غور کر سکے ۔ نیز استخراجی عمل (Deductive reasoning) کی صلاحیت بھی اسی عمر سے شروع ہو جاتی ہے ۔ عمر کا یہی وہ نازک دور ہے جسے ہم جس رنگ میں چاہیں رنگ سکتے ہیں ، مزید برآں تجسس انسان کا ایک فطری تقاضا ہے ، کسی بھی ماحول کا پروردہ ایک سات سالہ بچہ ہر نئی چیز دیکھ کر کس قدر بے چین نظر آتا ہے وہ اپنی استطاعت کے مطابق اس کی گہرائیوں میں اترنے کی کوشش کرتا ہے ۔ یہ صفت کسی قوم یا نسل سے وابستہ نہیں اور نہ کسی ملک کا اجارہ ہے ۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا عطیہ عام ہے ۔ یہ صلاحیت تربیت پاکر پروان چڑھتی ہے اور اگر اس کو جلا نہ دی جائے تو معدوم ہو جاتی ہے ۔ ذمہ داران یہ دیکھیں کہ یہ شمع جو قدرت نے بچوں کے دل میں روشن کی ہے اس کی تابناکی عمر کے ساتھ بڑھتی جائے اس کے تجسس میں اضافہ ہو ، غور و فکر کی صلاحیت پیدا ہو اور اس کے تحت الشعور کی صف اول میں اللہ کی عظمت کا ایسا نقش قائم ہو جو عمر کے ساتھ ابھرتا آئے اور یہی رنگ مظاہر قدرت کی توجیہہ کرتے وقت غالب رہے ، تدریسی عمل کے دوران اس عام اصول کا بھی خیال رکھا جائے کہ طلبہ کی ذہنی حرکت معلوم سے نامعلوم کی طرف خصوصیت سے عمومیت کی طرف ، مرئیات سے غیر مرئیات کی طرف ہونی چاہیے ۔

رسمی طور پر بچوں کی اسلامی زندگی کی بنیاد اس مفروضہ پر قائم کی جاتی ہے کہ مسلمان گھر میں پیدا ہونا ہی دائرہ اسلام میں داخلے کی ضمانت ہے ۔ اس طرز استدلال کے تحت اگر فکری توجیہات کے بغیر روز اول سے شرعی احکامات کا سلسلہ نازل ہونا شروع ہو جائے اور اس کو بزور نافذ کیا جائے تو بسا اوقات عنفوان شباب میں اس کا ردعمل شدید بغاوت کی شکل اختیار کرتا ہے ، کیونکہ یہ دین بچے کو وراثت میں ملا ۔ (ما ألفينا عليه آباءنا) اس کی شعوری فکر کا نتیجہ نہیں ہوتا ۔ اکثر پرہیزگار خاندانوں کے ذہین فرزند اسی سبب سے لادینیت کا شکار ہو جاتے ہیں ۔ یہ ایک بڑا المیہ ہے ۔

AsliAhleSunnet.com

خردسالی میں کلمۂ طیبہ کے قولی اقرار سے بلاشبہ بچہ مسلمان تو ہو جاتا ہے مگر ایمان والوں سے اٰمنوا کا جو تقاضا کیا جا رہا ہے وہ اسکا وقت پورا ہو سکتا ہے جبکہ بچہ سن شعور کو پہنچے، اس کی عقل بالغ ہو جائے اور اس پر فہم و فراست کے دروازے کھلنا شروع ہو جائیں ۔ یہی وہ مناسب وقت ہے جبکہ خداوند تعالےٰ کی تلاش ہو، ہم مخلوقات کے ذریعہ اپنے خالق سے متعارف ہوں، غور و فکر، تجزیہ اور تجربہ کر کے اس کی عظمت، اس کی صناعی، اس کی ربوبیت کا دل سے اقرار کریں۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں اپنے آبائی مذہب کا جائزہ لیں افراط و تفریط سے منحرف ہوں اور دینِ حق پر اس طرح سوچ سمجھ کر دوبارہ ایمان لائیں کہ اللہ کے اس فرمان کا جیتا جاگتا نمونہ بن جائیں۔

حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰي وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۚ اِنِّىْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ○ (۴۶ : ۱۵)

اگرچہ یہ کیفیت توفیقِ الٰہی کی محتاج ہے پھر بھی مناسب تعلیم و تربیت اور سازگار ماحول کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ قوم کے باشعور افراد — جدید و قدیم علوم پر نظر رکھنے والے حضرات کا فرض ہے کہ ایسا سازگار ماحول پیدا کریں۔

بقیہ ص ۱۶ کا :

جس سے بڑھ کر کوئی تدبیر نہیں ہو سکتی۔ کسی لیڈر کی زہر افشانیوں اور فتنہ سامانیوں کے جواب میں اگر دو قوموں کے درمیان تصادم اور بلوہ و فساد شروع ہو جائے تو فریقین کو زبردست جانی اور مالی نقصانات کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ لیکن اس کے برعکس اگر امن و امان کو درہم برہم کئے بغیر کسی حکمتِ عملی سے صرف اس طرح کے مفسد لیڈر کا صفایا کر دیا جائے تو دونوں فریق اس وقت تک امن و امان کی نیند سو سکیں گے جب تک دوبارہ اسی طرح کا کوئی دوسرا مفسد لیڈر پیدا نہ ہو جائے۔ یہ ہے وہ خصوصی سبق جو مسلمانوں کے لیے اس پیغمبرانہ طرزِ عمل میں پوشیدہ ہے۔ اور جس کی پیروی فلاح و کامیابی کی ضامن ہے۔

AsliAhleSunnet.com

منہاجِ نبوّت

بچاؤ کا پیغمبرانہ طریقہ

ابوہشام اعظمی

"کون ہے جو کعب بن اشرف سے نمٹے؟ ۔ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچا رکھی ہے۔"
یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کرب انگیز لہجے میں صحابہ کرام کے ایک مختصر سے مجمع کے اندر کہی۔

"میں اس کے لیے مستعد ہوں" ۔ محمد بن مسلمہ نے جواب دیتے ہوئے عرض کیا: "کیا آپ کی خواہش یہ ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے؟"

"ہاں ایسی ہی چاہتا ہوں" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اثبات میں جواب دیا۔

"اچھا تو آپ اپنی شان میں کچھ کہنے کی اجازت فرمائیں" ۔ محمد بن مسلمہ نے جنگی حکمتِ عملی کا خاکہ مرتب کرتے ہوئے کعب بن اشرف کے پاس آپ کی شان کے خلاف کچھ کہنے کی اجازت چاہی۔

"کہہ سکتے ہو" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا۔

اس کے بعد محمد بن مسلمہ نے اپنے خاکے میں رنگ بھرنا شروع کیا ۔ وہ کعب بن اشرف کے بھائی لگتے تھے ۔ بے دھڑک اس کے پاس پہنچے اور بولے "بھئی! اس شخص نے (اشارہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تھا) ہم سے صدقہ مانگا ہے ، جان اجیرن میں ڈال رکھی ہے ۔ ہم تمہارے پاس اس لیے آئے ہیں کہ ہمیں کچھ قرض دیدو۔"

"ابھی کیا ہے؟ ابھی تو اور درگت بنے گی" وہ گویا ۔

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا   آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا؟

یہ کعب بن اشرف کا جواب تھا۔

"بھئی وہ تو ٹھیک ہی کہتے ہو لیکن ہم نے اسے مان لیا ہے اور اس کے پیروکار بن چکے ہیں تو مناسب

نہیں معلوم ہوتا کہ اتنی جلدی ساتھ چھوڑ دیں۔ اب ذرا دیکھنا چاہتے ہیں کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے؟ اچھا خیر! ہم اس لیے آئے ہیں کہ ہمیں ایک وسق یا دو وسق (ڈیڑھ کوئنٹل یا تین کوئنٹل) غلہ ادھار دیدو محمد بن مسلمہ نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ مگر کوئی چیز رہن رکھ دو" کعب بن اشرف نے کہا۔

"اچھا تم ہی کہو کیا چیز رہن رکھیں؟" محمد بن مسلمہ نے دریافت کیا۔

"اپنی عورتیں رہن رکھ دو" کعب بن اشرف کا جواب تھا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ تم عرب کے سب سے خوبصورت آدمی ہو" محمد بن مسلمہ کا جواب تھا۔

"اچھا تو اپنے بیٹوں کو ہی رہن رکھ دو" کعب بن اشرف نے دوسری تجویز پیش کی۔

"یہ بھی ناممکن ہے۔ ذرا سوچو! لوگ ہماری اولاد کو گالی دیں گے۔ کہیں گے ایک وسق یا دو وسق کے بدلے رہن رکھا گیا تھا۔ البتہ ہم رہن کے طور پر تمہیں اپنے ہتھیار دے سکتے ہیں" محمد بن مسلمہ نے متبادل تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔

بات طے ہو گئی اور محمد بن مسلمہ نے کعب بن اشرف سے وعدہ کیا کہ وہ جلد ہی آئیں گے ہتھیار دے جائیں گے اور غلہ لے جائیں گے۔

محمد بن مسلمہ کا تیر نشانے پر بیٹھا اور ان کی حکمتِ عملی کا پہلا مرحلہ پوری طرح کامیاب رہا۔ یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ اس گفتگو کے بعد اگلی بار ہتھیار سمیت محمد بن مسلمہ کی آمد پر کوئی شبہ نہیں گزر سکتا تھا

اس کے بعد اس واقعے کے دوسرے کردار ابو نائلہ نے بھی تقریباً اسی طرح کا معاملہ طے کیا۔ وہ کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی تھے۔ اس کے پاس جا کر کچھ دیر تک ادھر ادھر کے اشعار سنتے سناتے رہے۔ اس کے بعد اچانک رُخ بدلتے ہوئے بولے "بھئی میں ایک خاص ضرورت سے آیا تھا، اسے کہنا چاہتا ہوں لیکن پردہ فاش نہ کرنا۔"

"ٹھیک ہے" کعب بن اشرف نے کہا۔

ابو نائلہ نے داستان شروع کی "بھئی اس شخص (اشارہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تھا) کی آمد

AsliAhleSunnet.com

تو ہمارے لیے وبال جان بن گئی ہے، سارا عرب دشمنی پر اتر آیا ہے۔ اور سب نے ہم پر ایک کمان سے تیر چلادیا ہے اور ہماری راہ کاٹ دی ہے۔ اہل وعیال برباد ہو رہے ہیں برا حال ہے۔ ہم سب مشکلات سے دوچار ہیں۔"

اس کے بعد دونوں میں اسی طرح کی بات چیت چلی، جیسی محمد بن مسلمہ کے ساتھ ہو چکی تھی۔ ابو نائلہ نے اثنائے گفتگو میں یہ بھی کہا کہ میرے کچھ رفقاء کی بھی وہی رائے ہے جو میری ہے۔ میں چاہتا ہوں انھیں بھی تمہارے پاس لاؤں، تم ان کے ہاتھ بھی کچھ غلہ بیچو اور احسان کرو۔

اس طرح ابو نائلہ نے اس تجویز کے خاکے میں ایک اور رنگ بھرا۔

ربیع الاول ۳ھ کی چودھویں تاریخ تھی۔ رات کا وقت اور صاف شفاف آسمان۔ ہر طرف چاندنی چھٹک رہی تھی۔ محمد بن مسلمہ، ابو نائلہ، حارث بن اوس، عباد بن بشر اور ابو عبس بن جبر ان پانچ افراد کا ایک مختصر سا دستہ ایک پر اسرار مہم کے لیے تیار ہو کر خدمت نبوی میں حاضر ہوا۔ آپ نے جنت البقیع اس کی مشایعت فرمائی اور وہاں سے رخصت کرتے ہوئے فرمایا: بسم اللہ، آگے بڑھو۔ یا اللہ ان کی مدد فرما۔ اس کے بعد گھر واپس آکر دعا ومناجات میں مشغول ہو گئے۔

دستہ محمد بن مسلمہ کی قیادت میں آگے بڑھا۔ اور قبا کے پیچھے کوہ عیر کے مشرق میں واقع کعب بن اشرف کے قلعے کی فصیل کے دامن میں پہنچا۔ ابو نائلہ نے ہانک لگائی۔ کعب بن اشرف نئی نویلی دلہن کی آغوش میں تھا۔ مانوس آواز سن کر قلعے سے باہر آنے کے لیے اٹھنا چاہا تو دلہن نے دامن تھام لیا "اس وقت کہاں جارہے ہیں؟ اس آواز سے تو خون ٹپکتا محسوس ہو رہا ہے؟" یہ دلہن کی فریاد تھی۔

"کوئی بات نہیں۔ یہ میرے رشتے کا بھائی محمد بن مسلمہ اور میرا رضاعی بھائی ابو نائلہ ہے" "اگر شریف آدمی کو نیزے کی ضرب کی طرف بلایا جائے تو بھی وہ اس پکار پر لبیک کہتا ہے" کعب بن اشرف نے عربی جانبازی وجوانمردی اور ایفائے عہد کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا اور نیچے آگیا۔ یوں بھی وہ خوشبو لگانے کا عادی تھا۔ مگر آج تو معمول سے بڑھ کر اس کے جسم سے خوشبو پھوٹ رہی تھی۔

یہاں پوری حکمت عملی پہلے سے طے تھی۔ ابو نائلہ نے کہہ رکھا تھا کہ میں خوشبو سونگھنے سونگھانے کے بہانے اس کے بال کو چھوئے اور پکڑنے کا کھیل کروں گا۔ جب دیکھو کہ میں نے اچھی طرح قابو کر لیا ہے

AsliAhleSunnet.com

تو اس پر پل پڑنا۔ چنانچہ جب کعب بن اشرف نیچے آیا تو پہلے کچھ دیر تک ادھر ادھر کی باتیں ہوئیں، پھر ابونائلہ نے کہا: کیوں نہ شعب عجوز تک چلیں اور کچھ مزید باتیں کریں۔

اگر تم لوگوں کی یہی خواہش ہے تو چلو چلیں۔ کعب بن اشرف کا جواب تھا

تفریحی انداز میں قدم آگے بڑھنے لگے۔ اثنائے راہ میں ابونائلہ نے کہا۔ آج جیسی خوشبو تو میں نے دیکھی ہی نہیں۔ کعب کا سینہ فخر سے تن گیا بولا۔ میرے پاس عرب کی سب سے خوشبودار عورت ہے۔

ابونائلہ نے کہا: اجازت ہو تو ذرا سر سونگھ لوں۔

ہاں، ہاں! سونگھ سکتے ہو۔ کعب بن اشرف نے جھک کر کہا۔

ابونائلہ نے بالوں میں ہاتھ ڈالا۔ اور سونگھنے لگے، پھر ساتھیوں کو بھی سونگھایا۔

چند قدم اور چلے تو پھر سونگھنے کی خواہش ظاہر کی۔ اور پھر اجازت ملی۔ مزید چند قدم آگے چل کر تیسری بار اجازت چاہی۔ اور اب کی بار بھی اجازت ملی۔ اب ابونائلہ نے چوٹی میں ہاتھ ڈالا اور مضبوطی سے تھام کر بولے: لے لو اللہ کے اس دشمن کو۔ اچانک کعب بن اشرف پر کئی تلواریں پڑیں، لیکن بے سود۔ محمد بن مسلمہ نے جھپٹ کر ایک کدال اٹھائی اور اس کے پیڑو پر رکھ کر اپنا بوجھ ڈال دیا۔ کدال آر پار ہوگئی۔ اور کعب بن اشرف ایک خوفناک چیخ کے ساتھ دم توڑ بیٹھا۔

دستہ واپس ہوا تو بقیع کے پاس پہنچ کر فرطِ مسرت سے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ آج اس نے مسلمانوں کے حلق میں پیوست ایک منحوس ہڈی ہمیشہ کے لیے نکال دیا تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر سنی تو سمجھ گئے کہ آپریشن کامیاب رہا۔ آپ کا چہرہ مسرت سے دمک اٹھا اور آپ نے جوابی تکبیر کہی۔ اتنے میں یہ پراسرار دستہ آپ کی خدمت میں پہنچ چکا تھا۔ آپ نے انہیں دیکھ کر فرمایا، یہ چہرے کامیاب رہیں...... یا۔ اور آپ کا چہرہ بھی اے اللہ کے رسول ؐ۔ یہ دستے کا جواب تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی انھوں نے اس طاغوت اکبر۔ کعب بن اشرف۔ کا سر آپ کے سامنے ڈال دیا۔

یہ کعب بن اشرف کون تھا؟ اور اس کی کیا کارستانیاں تھیں کہ اس کے لیے اس طرح کا اہتمام کرنا پڑا؟ اس کی ایک طویل داستان ہے جو اپنے دامن میں ایک بڑا عبرت آموز اور اہم سبق رکھتی ہے۔

درحقیقت کسی قوم کو امن و امان یا جنگ و خوف کی راہ پر لگانے والے اس کے لیڈر ہوا کرتے ہیں۔

AsliAhleSunnet.com

یہ اپنی دماغی ساخت کی بنا پر بعض دفعہ ایسی صورت حال پیدا کر دیتے ہیں کہ شہر کے شہر ویران و تاراج ہو جاتے ہیں اور مختلف قوموں اور قبیلوں کے درمیان فتنہ و فساد، لوٹ، مار ہنگامہ و بلوہ اور قتل و غارت گری کا ایسا سلسلہ چل پڑتا ہے کہ مدتوں تباہی و بربادی کا دار دورہ رہتا ہے۔ کعب بن اشرف ایسا ہی ایک یہودی لیڈر تھا وہ اصلاً قبیلہ طے کی ایک شاخ بنو نبہان سے تعلق رکھتا تھا۔ مگر اس کی ماں بنو نضیر کی ایک یہودن تھی۔ اس لیے وہ بھی اسی قبیلے کا ایک فرد شمار کیا جاتا تھا۔ یہ بڑا مالدار تھا اور خوبصورت اور شاعر بھی۔ بنو نضیر کی آبادی کے پیچھے اس کی حویلی تھی، جو مکمل طور پر چھوٹا سا ایک قلعہ تھی۔

اس شخص کو مسلمانوں سے خداواسطے کی دشمنی تھی۔ بدر میں مسلمانوں کی فتح ہوئی اور صنادید قریش مارے گئے تو اس کی خبر سن کر یہ شخص اس قدر تلملایا کہ بے ساختہ بول پڑا۔ اگر محمد نے ان اشراف عرب اور بادشاہانِ قوم کو مار لیا ہے تو زمین کا شکم اس کی پشت سے بہتر ہے۔

پھر اسی پر بس نہ کیا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی مستقلاً ہجو شروع کر دی اور دشمنانِ اسلام کی مدح سرائی میں قصیدے کہنا اور انہیں مسلمانوں کے خلاف بھڑکانا شروع کیا۔ جذبہ عناد اور بڑھا تو مکہ گیا۔ اور مقتولین بدر کے مرثیے کہہ کہہ کر اور قریش کا جذبۂ انتقام بھڑکا بھڑکا کر ہر طرف آگ لگا دی پھر مدینہ واپس آیا تو صحابۂ کرام کی عورتوں کے نام لے لے کر عشقیہ اشعار کہے۔ اور اپنی زبان درازی سے سخت اذیتیں پہنچائیں۔

اس طرزِ عمل نے مکہ اور مدینہ دونوں جگہ کی فضا مسلمانوں کے خلاف کر دی۔ مشرکین اور یہود میں مسلمانوں کے خلاف عام جوش و خروش پیدا ہو گیا اور ہر طرف فتنہ و فساد کے بادل منڈلانے لگے۔

یہی صورت حال تھی جس سے تنگ آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کعب بن اشرف سے کون نمٹے گا۔؟ اور محمد بن مسلمہ نے اس سے نمٹ لیا۔ اگر اس سے بروقت نہ نمٹا جاتا تو خدا جانے مدینہ کے اندر یہ شخص کیسے کیسے ہنگامے اور فساد کرتا۔ لیکن جب اسے مار دیا گیا تو کسی کو دم مارنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور سارے یہودی اپنی اپنی جگہ چپ چاپ پڑے رہ گئے۔

... ...

حقیقت یہ ہے کہ اجتماعی تحفظ اور قومی سلامتی کی یہ پیغمبرانہ تدبیر ایسی جامع اور کامیاب تدبیر ہے

(باقی ص ۱۱ پر)

AsliAhleSunnet.com

بزعم خویش

ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری

اسلامی دعوت کی تاریخ اسلام ہی کی طرح قدیم ہے، جب سے اسلام آیا اللہ کے بندوں میں سے جنھیں توفیق ملی اسے قبول کیا اور پھر دوسروں تک اسے پہنچایا۔ اسلام کی دعوت دوسروں تک پہنچانے کا کام انتہائی اہم اور بڑا پاکیزہ ہے اور غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہی اس امت کا امتیاز اور اس کی برتری کا سبب ہے۔ امت کو یہ کام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ورثہ میں ملا ہے، جس کام کے لیے سید المرسلین نے اپنی زندگی وقف کردی تھی اسی کام کو اب امت کے علماء اور دعاۃ انجام دے رہے ہیں۔

اس عظیم ذمہ داری کی حقیقت اور اس کے مقصد پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ اس کو انجام دینے والوں میں اخلاص و تواضع اور بے نفسی وغیرہ صفات کا وجود از حد ضروری ہے۔ اس باب میں ہر داعی کی یہ کوشش ہونی چاہیے کہ وہ داعی اول (ص) کی زندگی سے کسب فیض اور آپ کے اسوۂ حسنہ کی مکمل پیروی کرے۔ چنانچہ اس میں نہ تو کبھی ریا پیدا ہو نہ تعلی و تکبر کا شائبہ آئے، نہ اپنے کارناموں کی اہمیت کا احساس ہو۔ جو کچھ وہ کر رہا ہے اس کا سرچشمہ توفیق الٰہی کو سمجھے۔ اور ہر لحظہ یہ یقین رکھے کہ جو کام باقی ہے وہ انجام پذیر ہو جانے والے کام سے بہت زیادہ ہے۔ داعی کے ذہن میں جب یہ تصور زندہ رہے گا تو اسے دوسروں پر نظر کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔ اور اس طرح وہ دعوت کے میدان میں کبر و غرور اور دوسروں کی تصغیر و تحقیر کے مرض سے محفوظ رہے گا۔

موجودہ دور میں دعوت کا المیہ یہ ہے کہ اس میدان میں کچھ لوگ مستقل طور پر دوسروں کے دعوتی کاموں کو اپنی تنقید کا ہدف بنائے ہوئے ہیں اور یہ کوشش کرتے ہیں کہ ان کے کارناموں کو نتائج یا منہج عمل کے اعتبار سے

AsliAhleSunnet.com

بے سود ثابت کریں ۔ معلوم نہیں ایسے لوگ اپنے کام کو کس نظر سے دیکھتے ہیں اور اپنے دعوتی اسلوب و انداز میں انھیں کوئی نقص یا غلطی نظر آتی ہے یا نہیں ؟ اور پھر جو محکمۂ احتساب انھوں نے قائم کیا ہے اس کی کیا ضرورت محسوس کرتے ہیں ۔ ہم نے ابتک تو یہ سنا تھا کہ :

جوں جوں بلند ہم ہوئے پستی نظر پڑی

لیکن مذکور رجحان کے لوگ اپنی قدآوری کے زعم میں پستی کو صرف دوسروں کا نصیب تصور کرتے ہیں اور انھیں ہر شخص اپنے قد سے چھوٹا ہی نظر آتا ہے ۔

دعوت و تبلیغ کی کوششوں کے جو نتائج آج ریکے نزدیک مسلم ہیں اگر صرف انھی کو پیش نظر رکھا جائے تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ پیش رو دعاۃ نے جو خدمات انجام دی ہیں وہ رد و قدح کے دائرہ سے بالا تر ہیں آج جس آئینہ و زاویہ سے ہم ان کی خدمات کو دیکھ رہے ہیں، یا جس پیمانہ سے ان کے کارناموں کو ناپ رہے ہیں ، معلوم نہیں اس دور میں ان کی کیا حقیقت رہی ہو گی ۔ کسی کی غلطی و صحت، اور کامیابی و ناکامی کا فیصلہ اس کے دور کے احوال و متعلقات سے الگ ہو کر کرنا قرین انصاف نہیں ، یہ بڑا نازک مسئلہ ہے ۔ خصوصاً کسی ایسے آدمی کے لیے جو اسلامی دعوت اور مسلمانوں کی خدمت کا مدعی ہو ۔

دعوتی موضوعات پر موجودہ دور میں اردو میں جو لوگ لکھ رہے ہیں ان میں ایک نام مولانا وحیدالدین خان صاحب کا ہے ۔ موصوف کے صاحبزادے نے بعض کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا ہے جن سے بلادِ عربیہ میں بھی مولانا کو شہرت حاصل ہو گئی ہے ۔

اپنے ماہوار پرچہ " الرسالہ " میں مولانا " خواطر " کی صورت میں صفحہ دو صفحہ کا جو انثائیہ پیش کرتے ہیں ان میں کبھی کبھی ایسی عبارتیں ، جملے ، اور خیالات آجاتے ہیں جن کی افادیت دعوت کے لیے واضح نہیں ہوتیں ، حالانکہ مولانا موصوف دعوت کا جس قدر نام لیتے ہیں اس کا تقاضا یہ ہے کہ ان کا پرچہ اس طرح کی تحریروں سے خالی ہو ۔

پیشرو دعاۃ کی خدمات اور کارناموں کا مقام و مرتبہ مولانا اپنے نقطۂ نظر سے متعین فرماتے ہیں ، لیکن اسے پیش اس طرح کرتے ہیں کہ گویا ایک مسلمہ ہے ، جس میں دو رائے ہونے کا سوال نہیں ۔ اپنے نقطۂ نظر کے اظہار میں یقیناً ہر انسان کو آزادی ہے ، لیکن یہ سوچنا بھی ضروری ہے کہ اس سے دوسرے لوگ کس حد تک متفق ہوں گے ۔ اور

AsliAhleSunnet.com

واقعات و حقائق کا اس کے بارے میں کیا فیصلہ ہوگا؟

مذکورہ انشائیوں میں جن اسلامی شخصیات پر مولانا نے رائے زنی کی ہے ان میں پرانے علماء بھی ہیں اور نئے بھی، قدیم علماء میں امام ابن حنبل اور امام ابن تیمیہ اور جدید میں مولانا شبلی اور مولانا ابوالکلام وغیرہ کے نام آئے ہیں۔ امت کا کوئی فرد یقیناً یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ بزرگ معصوم عن الخطاء تھے یا ان کے منہج فکر و عمل پر تنقید کی گنجائش نہیں، لیکن یہ ضرور تسلیم کرنا پڑے گا کہ ایسی شخصیتوں پر رائے زنی کا ایک انداز و اسلوب ہوتا ہے اور ان کے کارناموں کو کسی مخصوص پیمانہ سے ناپتے ہوئے ذہن میں یہ رکھنا ضروری ہے کہ اسی پیمانہ سے جب ہمارے کام کو ناپا جائے گا تو اس کی کیا قدر و قیمت متعین ہوگی۔؟

● خلق قرآن کے مسئلہ میں امام ابن حنبل نے جس ایمانی بصیرت اور استقلال و پامردی کا ثبوت دیا وہ مولانا کی نظر میں اہمیت نہیں رکھتا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ نہ یہ مسئلہ اس اصرار کا مستحق تھا نہ اس وقت اس کی ضرورت تھی یہاں وہی پیمانہ والی بات صادق آتی ہے، کیونکہ اولاً تو مذکورہ مسئلہ عقائد کے مسائل سے تعلق رکھتا ہے ثانیاً اس مسئلہ کا ایک پس منظر تھا، جن لوگوں نے اسے کھڑا کیا تھا ان کے کچھ رجحانات و مقاصد تھے اور پھر ان کے دعوے کو کتاب و سنت کی دلیل کے بغیر تسلیم کر لینے کے کچھ یقینی اثرات تھے جن کو اگر آج ہم محسوس نہ کرسکیں تو یہ مطلب نہیں کہ اس دور کے اہل حق بھی انھیں محسوس نہیں کرتے تھے اور شریعت میں ان کو اہمیت نہ تھی۔ عقلیت اور تفلسف کی رو میں اقتدار کے سہارے جو بات جس طرح چاہی جائے منوالی جائے تو پھر شریعت کی بالادستی اور اس کے احکام کی پیروی کا کیا مطلب ہوگا؟ ایک داعی و امام جس بصیرت سے کوئی کام انجام دیتا ہے۔ اس کام کے فوائد اور اس کی اہمیت کے ادراک کے لیے بھی یقیناً اسی درجے کی بصیرت کی ضرورت ہے۔ شرعی مسائل کی اہمیت و حکمت کے سلسلہ میں اگر لوگوں کی ذاتی رائے اور انفرادی نقطۂ نظر کو معیار بنا دیا جائے تو معلوم نہیں بات کہاں سے کہاں پہنچ جائے گی۔ اور احکام شریعت کے سلسلہ میں لوگ کیسی کیسی بوالعجبیوں کا اظہار کرنے لگیں گے تحکم و تخبط کے منافذ کو بند کرنے کے لیے کتنا معنی خیز و دور رس ہے وہ جملہ جو امام ابن حنبل نے اس آزمائش کے موقع پر بار بار دہرایا تھا۔

"ایتونی بشیئ من کتاب اللّٰہ او سنۃ رسولہ حتی اقول بہ" یعنی خلق قرآن کے ثبوت میں اگر کتاب و سنت سے کوئی دلیل پیش کرسکو تو میں تمھاری ہمنوائی کے لیے تیار ہوں۔

● اسلامی تاریخ میں امام ابن تیمیہ کی اہمیت سب پر روشن ہے، انھوں نے اسلامی شریعت کے دفاع اور

AsliAhleSunnet.com

اس کی نشر و اشاعت کے باب میں جو کارنامہ انجام ہے وہ کئی نسلوں کے کام کے برابر بلکہ اس سے افضل ہے ان کی خدمات کی تاثیر کا یہ عالم ہے کہ جو لوگ ان کی تحریروں کو پڑھنے کی توفیق پا جاتے ہیں، ان کو حق و باطل کے مابین تمیز کا سلیقہ آجاتا ہے اور ان کی زندگی میں انقلاب پیدا ہو جاتا ہے۔ ابن تیمیہ کی کوششوں کا رخ کسی ایک جانب نہ تھا، بلکہ انھوں نے ایک طرف یہود و نصاریٰ اور دیگر باطل نظریات و مذاہب کی تلبیسات و تحریفات کا پردہ چاک کیا تو دوسری طرف اسلام کے اندر پیدا ہونے والے گمراہ فرقوں کا قدم بقدم جائزہ لیا اور ان کی ہوا پرستی و کجروی کے اسباب و نتائج پر اس طرح روشنی ڈالی کہ شیعہ، متصوفین اور اہل بدعت و خرافات میں سے جن کو حق کی تلاش تھی ان کی اصلاح ہو گئی، اور جن کو اس کی توفیق نہ ہوئی وہ آج تک ابن تیمیہ کی تحریروں پر پیچ و تاب کھانے کے سوا کچھ اور نہ کر سکے۔

ابن تیمیہ دو صفحہ دو صفحہ میں کسی موضوع کو سرسری ذکر نہیں کرتے تھے، بلکہ ان کے یہاں علم کا سمندر تھا جب کسی بھی موضوع پر قلم اٹھاتے تو پھر قرآن و حدیث کی تمام معلومات کو جو اس سے متعلق ہیں پیش کر کے نتیجہ بھی نکال کر قاری کے سامنے پیش کر دیتے تھے۔

اسلام کا یہ مرد مجاہد ہم لوگوں کی طرح کمروں میں بیٹھ کر تبلیغ دین کو کافی نہیں سمجھتا تھا، بلکہ اس کی زندگی میں ہمیں صریر کلک کے ساتھ ہی تلواروں کی جھنکار بھی سنائی دیتی ہے، ان کے ضمیر نے انھیں اجازت نہ دی کہ صرف قلمی جہاد پر اکتفا کریں اور اہل دنیا کے سامنے سرخرو بن جائیں۔ اس لیے وہ تلوار لے کر میدان میں نکلے اور تاتاریوں سے باقاعدہ جہاد کیا۔

اس دور میں ہم دعوت کا ٹوٹا پھوٹا کام انجام دیکر خوش ہوتے ہیں اور ہمیں اس کا یہ صلہ ملتا ہے کہ مختلف ممالک کی کانفرنسوں میں بلائے جاتے ہیں، نام کی تشہیر ہوتی ہے، محلات خرید لیے جاتے ہیں، لوگ خوشامدانہ جملے کہتے ہیں، بڑے بڑے القاب کیا ہے لیکچر دن کا اعلان ہوتا ہے، اس اعلان کے فوٹو ہم اپنے پرچوں میں شائع کر کے یہ تاثر دیتے ہیں کہ ہماری مقبولیت آسمان کو چھو رہی ہے۔

ان حالات میں ظاہر ہے کہ ہم اس انسان کی قیمت و مرتبہ کا کیا اندازہ کر سکتے ہیں، جسے راہ حق میں ہر طرح کے اتہامات کا سامنا کرنا پڑا۔۔ ارباب اقتدار و عوام دونوں نے مخالفت کی حتیٰ کی زنداں کی آہنی سلاخوں کے پیچھے زندگی کا ایک حصہ گزارنا پڑا۔

AsliAhleSunnet.com

قلم اگر ہاتھ میں ہو تو انسان جس کی جیسی تصویر چاہے پیش کر دے۔ لیکن اگر خود ابن تیمیہ سے ان کی خدمات اور راہِ حق کی قربانیوں کا حال سنا جائے تو اندازہ ہو گا کہ ان کی زندگی کے صحیح خدوخال کیا ہیں۔

مولانا وحید الدین خاں نے ابن تیمیہ پر لکھتے ہوئے ان کے تمام کارناموں اور قربانیوں کو نظر انداز کر کے مختصر طور پر کچھ ایسے جملے کہے ہیں جن سے ان کی باکمال و قدآور شخصیت کی صحیح ترجمانی نہیں ہوتی بلکہ ان کے نادر کارناموں پر پانی پھر جاتا ہے۔ ہمیں اس پر اصرار نہیں کہ ہر ایک شخص ابن تیمیہ کا قائل و مداح بن جائے لیکن یہ بھی گوارا نہیں کہ معروضیت و موضوعیت کے مدعیان اس طرح کی شخصیتوں کے بارے میں کوئی ایسا تاثر دیں جس سے تنقیص و استخفاف کی بو آتی ہو۔

عام طور سے دیکھا جاتا ہے کہ انسان اپنے مقصد کے لیے غلط کار افراد، جماعت یا حکومت کا ساتھ دیتا ہے اور اس کی ہمنوائی و تائید کرتا ہے اور جب اس رویہ پر گرفت ہوتی ہے تو تاویل کر کے اپنے موقف کی تصویب کر دیتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا اس طرح کی تاویل ان ائمہ و بزرگانِ دین کے کاموں کی نہیں کی جا سکتی جنھوں نے دعوت کی خدمت بہر صورت ہم سے اچھے انداز اور زیادہ بے نفسی کے ساتھ کی ہے اور مصلحت پرستی سے ان کا دامن بہر صورت پاک ہے۔

انسان دعوت کے میدان میں اترتے ہی دوسروں سے اعتراف و پذیرائی کا مطالبہ کرتا ہے اور اس میں کچھ دیر ہوتی ہے تو طرح طرح کے وسائل اختیار کر کے اپنے کام کی اہمیت و عظمت کا اظہار کرتا ہے۔ لوگوں کے جملے اور تاثرات نقل کرتا ہے اور ہر سطر میں یہ دکھاتا ہے کہ فلاں نے ہمیں اس طرح داد دی اور فلاں نے اس طرح پذیرائی کی۔

مگر ایک داعی کو غور کرنا چاہیے کہ کیا انبیاء کرام کا یہی طریقہ تھا، کیا وہ بھی اپنی دعوت سے اسی طرح کی توقع رکھتے تھے اور کیا ان کی نظر میں بھی سابقہ کوششوں کا وہی مقام تھا اور ان کے اسوہ میں اپنی خدمات کے اظہار کا بھی کوئی پہلو ملتا ہے؟

ہر داعی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے نفس کو ٹٹولے اور کرید کر دیکھنے کی کوشش کرے کہ نفس کے خفیہ گوشوں میں غرور و تکبر اور ظاہر داری و ریاکاری کے جراثیم تو لپٹے نہیں ہیں، کیونکہ اگر ایسا ہو گا تو پھر اس کی نظر اپنے کام کے بجائے دوسروں کے کام پر لگی رہے گی اور اسے انھی کا نقص نظر آتا رہے گا۔

اب ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے، مولانا ابو الکلام آزاد کے ایک مضمون کا اقتباس بحوالہ ذکرِ آزاد از مولانا عبد الرزاق ملیح آبادی پیش کرنے کے بعد مولانا وحید الدین خاں رقمطراز ہیں:

AsliAhleSunnet.com

مولانا ابوالکلام آزاد نے ٹیگور اور چترجی جیسے لوگوں پر تعجب کیا ہے، حالانکہ اصل تعجب کے قابل خود مولانا آزاد اور ان کے جیسے دوسرے اکابر ہیں، جو آزادیٔ وطن اور قومی حکومت جیسے مقاصد کے لیے زندگی بھر سرگرم رہے۔ ان کی سمجھ میں یہ نہ آیا کہ اصل کام اسلام کے صحیح تعارف کا ہے نہ کہ آزادی اور قومیت کا جھنڈا بلند کرنے کا۔

آج کا انسان اس مذہب کی تلاش میں ہے جس میں انسان کو خدا نہ بنایا گیا ہو جس میں خدا کو خدا کی جگہ رکھا گیا ہو اور انسان کو انسان کی جگہ، مگر یہی کام ہے جس کو مجاہدین اسلام میں سے کوئی بھی کرنے کے لیے نہیں اٹھتا۔

دنیا اگر خدا کے سچے دین سے بے خبر ہے تو سوال یہ ہے کہ اس صورتحال کی ذمہ داری ان لوگوں پر نہیں ہے جو بے خبر ہیں، بلکہ اس کی ذمہ داری ان لوگوں پر ہے جو اس سے باخبر تھے مگر انھوں نے بے خبروں کو خبردار نہ کیا۔"

(الرسالہ مئی ۱۹۸۴ء ص ۴۰)

اس تحریر میں بھی وہی ذہنیت نمایاں ہے جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں، مولانا آزاد کی طویل طویل دعوتی، اصلاحی، علمی، اور صحافتی زندگی میں مولانا وحید الدین کو اپنا ریمارک چسپاں کرنے کے لیے یہی ایک تحریر نظر آئی جسے ذکر کر کے انھوں نے اپنی چٹکلہ نما تعلیق ثبت کر دی۔ مولانا نے الرسالہ میں ایک صفحہ ایک مضمون، والا اسلوب شاید اسی لیے اختیار کیا ہے کہ کوئی اقتباس پیش کرنے کے بعد تجریح و تنقیص کے دو چار جملے لکھتے لکھتے صفحہ ختم ہو جائیگا اور پھر موضوع کے کسی اور پہلو پر کچھ اور کہنے کے لیے جگہ باقی نہ رہے گی۔

جب مولانا کی زد سے ابن حنبل، ابن تیمیہ اور شبلی جیسے ائمہ و علماء نہ بچ سکے تو یقیناً ابوالکلام کے بچنے کا سوال نہیں۔ لیکن افسوس و حیرت اس پر ہے کہ مولانا آزاد نے جس بات کا تذکرہ کیا ہے وہ اپنی جگہ بالکل صحیح اور ہر شخص کے لیے قابل توجہ ہے کیونکہ جو لوگ بھی اسلام پر کچھ لکھتے ہیں ان کو فرض ہے کہ وہ اسلام کے اصول و مبادی کو جاننے کے بعد لکھیں۔ کسی ابوالکلام کے دعوت پہنچانے یا نہ پہنچانے سے اس میں کچھ فرق نہیں پڑتا مولانا وحید الدین اچھی طرح جانتے ہیں کہ اسلام سے متعلق "تیر تکے" چلانے کا جو اصل محرک ہے وہ دعوت کی راہ کی کوتاہی نہیں بلکہ عناد و حسد کی وہ ذہنیت ہے جس کا شکار ہر دور میں انسانوں کا ایک طبقہ رہتا ہے، کیا مولانا

AsliAhleSunnet.com

بتا سکتے ہیں کہ انبیاء کرام جو دعوت و تبلیغ کے لیے وقف ہو کر آئے تھے اور ہر فرد تک اخلاص و للّٰہیت کے ساتھ دعوت پہنچاتے تھے، ان کے دور میں دین حق کے سلسلے میں اس طرح کی بے سروپا باتیں اڑانے والے نہیں تھے۔

معلوم نہیں رجماً بالغیب اسلام کے خلاف بولنے والے سے مولانا کو کیوں ہمدردی ہے اور علماء اسلام سے سوء ظن؟ اب خود مولانا دعوت کے میدان میں آئے ہیں، ہمیں اس وقت کا انتظار ہے جب ان کی مخلصانہ کوششوں اور دور اندیشیوں سے دعوت کا ایسا کام ہوگا کہ اسلام سے متعلق ہر طرح کی جہالتوں، تہمتوں اور الزام تراشیوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اور تمام لوگ اسلام کی حقانیت کا کلمہ پڑھنے لگیں گے

مولانا ابوالکلام نے سیاست، آزادی، اور قومی حکومت کے جھگڑوں میں وقت ضائع کرکے باوجود جو خدمت انجام دی، جس طرح ان کی علمی خدمات سے ذہن و فکر کے دریچے کھلے، جمود و تقلید اور شرک و بدعت کے بڑھتے ہوئے رجحان کی حوصلہ شکنی ہوئی اس کا اعتراف اگر کوئی نہ کرے تو اس سے ان خدمات کی اہمیت پر حرف نہیں آسکتا۔ یقیناً ایسے متعدد گوشے نظر آسکتے ہیں جن پر ہمارے خیال میں مولانا آزاد کو توجہ دینی چاہیے تھی، لیکن اگر انھوں نے توجہ نہ دی تو اس کے اسباب کیا تھے، ہم نہیں بتا سکتے، کوئی ان کی زندگی میں اس طرح کے کسی مسئلہ کی جانب ان کو توجہ دلاتا تو یقیناً وہ جواب دیتے اور اپنے موقف کی توجیہ کرتے، لیکن ان کے بعد اس طرح کے سوال یا مشورے سے کیا فائدہ؟ اب تو یہ فکر ہونی چاہیے کہ ہمارے بعد بھی کہیں کوئی دفتر احتساب لے کر نہ کھڑا ہو جائے اور ہماری کوتاہیوں پر فرد جرم عائد کرنے لگے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی سوچنا اور جاننا چاہیے کہ زندگی ہی میں لوگ ہمیں کیا کہتے اور ہمارے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔

پچھلے اقتباس کے دوسرے پیراگراف میں وحید الدین خاں کے اس جملہ کو پھر پڑھیے "مگر یہی وہ کام ہے جس کو مجاہدین اسلام میں سے کوئی بھی کرنے کے لیے نہیں اٹھتا۔"

مولانا آزاد سے متعلق گفتگو کے دوران اس جملے کے استعمال کا یہ تقاضا ہے کہ اس سے ان کی طرف بھی اشارہ ہے لیکن ہم نہیں سمجھ سکتے کہ خود ابوالکلام نے اپنے آپ کو مجاہد اسلام کہا یا ان کے معتقدین نے، کہ مولانا کو یہ درد پیدا ہوا اور انھوں نے طنز سے بھرا ہوا یہ جملہ استعمال کر ڈالا۔

"مجاہدین اسلام" کی تعبیر میں کھلا ہوا طنز ہے۔ معلوم نہیں مولانا اس سے کن مجاہدین کو مراد لے رہے ہیں، چونکہ ذکر کوتاہیوں کے شمار کا ہے، اس لیے شاید اس سے مولانا کے علاوہ سبھی علماء اسلام مراد ہوں گے۔ کیونکہ

AsliAhleSunnet.com

لن کے دامن پر نقش و تصویر کے دھبوں کے سوا اور کیا ہے؟

مولانا اگر آنکھیں کھول کر دیکھیں تو ان کو نظر آئے گا کہ جن بزرگوں پر وہ "مجاہدین اسلام" کی اصطلاح چست کر رہے ہیں، انھوں نے جس طرح انسان کو خدا نہ بنانے والے مذہب کا تعارف کرایا ہے، ابھی مولانا کے کارنامے ہمہ اوعار و تشہیر اس کی گرد کو نہیں پہنچ سکے ہیں۔ حیرت ہے کہ دعوت کے میدان میں اترنے کے بعد انسان میں اس قدر ادعار باقی رہتا ہے اور وہ خود کو دوسروں سے اس طرح برتر و اعلیٰ گردانتا ہے۔

اس بوالعجبی یا ستم ظریفی پر بھی حیرت ہوتی ہے کہ جو جماعتیں اس بات پر توجہ دیتی ہیں کہ انسان کو خدا نہ بنایا جائے بلکہ خدا کو خدا کی جگہ اور انسان کو انسان کی جگہ رکھا جائے، ان پر اس دور کے اثبات و موضوعیت پرست اپنی ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ دعوت کا کامیاب اسلوب نہیں، لیکن جب لوگوں پر اپنی کارکردگی کا سکہ بٹھانا ہوتا ہے اور دوسروں کے کام کی تنقیص مقصود ہوتی ہے تو انسان کو خدا بنانے کی تردید کی بات کرتے ہیں۔

سچے دین سے دنیا کی بے خبری کی ذمہ داری مولانا وحید الدین نے دین سے باخبر لوگوں پر ڈالی ہے ذمہ دار کون ہے اور کس قدر، یہ تو بعد کا سوال ہے، یہاں تو سوچنے کی بات یہ ہے کہ دنیا کی بے خبری کی بات جس زور و شور سے کہی جا رہی ہے اور واقعہ بھی ویسا ہی ہے یا اس تصویر کشی کے پیچھے کوئی اور مقصد پوشیدہ ہے۔ عام طور سے یہ ہوتا ہے کہ کسی مسئلہ کی سنگینی کا اظہار کر کے انسان دوسروں کو متاثر کرنا اور ان کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہے۔ امر واقعہ کیا ہے اور اس سے نمٹنے کے لیے کس کی کوشش کتنی مفید ہے، اس کا سوال نظروں کے سامنے نہیں آتا۔

دین اسلام سے دوسروں کو باخبر کرنے کی بات نکلی تو یہ عرض بھی کرنا ضروری ہے کہ تقسیم ہند سے پہلے اور اس کے بعد بھی ہمیں متعدد ایسی کتابیں نظر آتی ہیں جن میں اسلام کا مثبت تعارف کرایا گیا ہے۔ ان کتابوں کے مصنفین نے غیر مسلم افراد کو ذہن میں رکھ کر اسلام کا تعارف کرایا ہے اور دین برحق کے ان پہلوؤں کو نمایاں کیا ہے جن میں دوسروں کے لیے دلچسپی ہو سکتی ہے۔ ان میں سے کچھ کتابیں عربی و اردو کے علاوہ ملک کی دوسری زبانوں میں بھی لکھی گئی ہیں۔

اس موقع پر ان مولفات کو بھی ذہن میں رکھنا ضروری ہے جو غیر مسلموں کے اعتراضات کے جواب میں لکھی گئی ہیں۔ ان میں سے بعض کتابیں اپنے موضوع پر حرفِ آخر کی حیثیت رکھتی ہیں، اور عوام پر ان کا اثر بھی

AsliAhleSunnet.com

انتہائی خوشگوار ہوا ہے ، مگر مشکل یہ ہے کہ جب انسان اپنے ذہن میں کوئی مفروضہ قائم کر کے معاملات و مسائل پر نظر ڈالتا ہے تو پھر ساری چیزیں اس کو اسی رنگ میں نظر آتی ہیں ، لہٰذا وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ ہمارا خیال دنیا کا خیال اور ہمارا نقطۂ نظر دنیا کا نقطۂ نظر ہے ۔ لیکن یہ خود فریبی ہے اس سے تمام دعاۃ کا پرہیز کرنا ضروری ہے ۔

ہوس سینے میں چھپ چھپ کر بنالیتی ہے تصویریں

مولانا آزاد نے وطن کی آزادی اور قومی حکومت کے قیام کے لیے عمر کھپادی ، اس کا مولانا وحیدالدین خاں کو بہت غم ہے ، لیکن اس کی وجہ سمجھنے کے لیے انھوں نے اگر خود اپنی زندگی کے سفر اور اس میں رونما ہونیوالی تبدیلیوں اور نشیب و فراز کو ذہن میں رکھا ہوتا تو مولانا آزاد کے رویہ کا جواز مل گیا ہوتا ۔

مولانا کتنی سادہ لوحی سے فرماتے ہیں کہ "ان کی سمجھ میں نہ آیا کہ اصل کام اسلام کے تعارف .... کا ہے نہ کہ آزادی اور قومیت کا جھنڈا بلند کرنے کا ۔"

کام تو اسلام کے تعارف کا ہے ، اسے تو ہم بھی مانتے ہیں ، لیکن اس کی کیا دلیل کہ یہ بات مولانا آزاد کی سمجھ میں نہ آسکی ؟ اس طرح کا جملہ یقیناً اسی آدمی کے قلم سے نکل سکتا ہے جو اپنی برتری و بالغ نظری سے غیر معمولی حد تک مطمئن ہو اور اپنے پیشرؤوں کو بنظر استخفاف دیکھنے کا عادی بن چکا ہو ۔ مولانا صحافت و تالیف دونوں میدانوں میں کام کے مدعی ہیں انھیں مذکورہ تاثر دینے سے پہلے سوچ لینا ضروری تھا کہ مولانا آزاد کی صحافت کا کیا مقام اور ان کی تحریروں اور مولفات کو کس قدر قبولیت ملی تھی ؟ یہ سب معروف باتیں ہیں اور ان کا چرچا اکثر لوگوں کی زبانی ہوتا رہتا ہے لیکن افسوس ہے کہ مولانا کے بقول : ابوالکلام کی سمجھ میں ہی نہ آیا کہ اصل کام کیا ہے ۔

ابوالکلام اس دنیا سے جاچکے ہیں ، ان کے کام کا وزن مولانا کو یا کسی دوسرے کو محسوس نہ ہو تو یہ ان کے لیے مضر نہیں ، اب ان کا فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے ، وہ جس حال میں چاہے انھیں رکھے ۔ یہاں جو لوگ ان کے کام کو بے وقعت اور ان کی سمجھ کو ناقص تصور کرتے ہیں اپنے ظرف کے مطابق بات کر رہے ہیں ۔ اگر نیت میں اخلاص ہوتا تو اس طرح ایک مرے ہوئے انسان پر اظہار خیال نہ کیا جاتا اور خود اس خلا کو پر کرنے کی کوشش کی جاتی جو ابوالکلام آزاد اور دیگر علمار اسلام کی تعصیر سے پیدا ہو گیا ہے ۔

• • •

AsliAhleSunnet.com

اسلامی تہذیب میں فنِ تعمیر

محمد سعود عالم قاسمی
ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی علی گڑھ۔

قومیں اپنی تہذیبی اور تمدنی اوضاع و اقدار کا اظہار مختلف شکلوں میں کرتی ہیں۔ فنِ تعمیر کو اس طریقہ اظہار کی موزوں بلکہ اہم ترین شکل قرار دیا جاتا ہے۔ بعض قومیں ایسی بھی گزری ہیں جن کی تہذیب و تمدن کی عظمت کا راز اونچے محلات، بلند و بالا برجیوں اور مزین محرابوں سے وابستہ رہا ہے، عہد رفتہ کے تجربی دور میں ہم ان قوموں کی داستان انتہائی حیرت و استعجاب سے پڑھتے ہیں جو پہاڑوں کی چوٹیوں کو کاٹ کاٹ کر بام و قصور تعمیر کرتی تھیں اور پتھروں کو تراش تراش کر خوشنما محلات بناتی تھیں، ان کی باقیات آج بھی کہیں کہیں پائی جاتی ہیں جو اپنے صناعوں کے تمدن کی عظمتِ رفتہ کا ثبوت فراہم کرتی ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

تَتَّخِذُونَ مِنْ سُهُولِهَا قُصُورًا وَّ — تم اس کے ہموار میدانوں میں عالیشان محل بناتے ہو

تَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا۔ (الاعراف ۷۴) — اور اس کے پہاڑوں کو مکانات کی شکل میں تراشتے ہو

غالباً اسی لیے معیاری عمارتوں کو تہذیب و تمدن کی علامت کہا جاتا ہے۔

مسلمانوں کے تعمیری کارنامے بھی اپنی گوناگوں خصوصیات کی بنا پر قابلِ ذکر ہیں۔ انھوں نے اپنے ایامِ عروج میں جو تعمیری کارنامے انجام دیئے ان میں سے بیشتر کے نام و نشان بھی مٹ چکے ہیں یا مٹائے جا چکے ہیں تاہم کچھ ایسے آثار بھی ہیں جو زمانے کی دست برد سے محفوظ رہ گئے ہیں۔ صدرِ اسلام کی بیشتر عمارات کے متعلق اب ہم صرف تاریخ کی کتابوں ہی میں تھوڑا بہت پڑھ لیتے ہیں، جن کے سلسلے میں نہ کوئی تحقیق ہوئی اور نہ ان کی قبح

AsliAhleSunnet.com

حیثیتوں کا تجزیہ کیا گیا۔ بقول سر کیارے کے "افسوس ہے کہ اس وقت کوئی نام تحقیق ان عمارات کی جو عربوں نے شام و عراق، ایران اور نیز ہندوستان میں اپنی حکومت کے مختلف زمانوں میں بنائی ہیں، لکھی نہیں ہوئی ہے۔ ان میں یقینی وہ باتیں ہوں گی جن کا ٹھیک معلوم کرنا نہایت مفید ہے۔"[1]

بعد کے ادوار کی جو عمارات اپنی اصلی حالت میں باقی ہیں ان پر بھی ایک عرصہ گزر جانے کے باوجود ان کی شان و شوکت، وقار اور حکمت و صناعی نمایاں ہے۔ یہاں موقع نہیں کہ ان عمارات کی فنی خوبیوں پر مختلف پہلوؤں سے گفتگو کی جائے[2] مقصود صرف اسلامی تہذیب میں ان کے مقام و مرتبے کا تعین ہے۔

مسلمانوں کے فن تعمیر کی داستان اقصائے عالم کے طول و عرض سے تعلق رکھتی ہے۔ جہاں جہاں مسلمان گئے وہاں اپنے ساتھ عظیم تہذیبی قوت لے کر گئے اور جہاں سے ان کو گردش ایام نے واپس کیا وہاں انھوں نے زبردست تہذیبی اثرات چھوڑے۔ شام، عراق، ایران، مصر، اندلس، ماوراءالنہر، ہندوستان اور ان جیسے دوسرے ممالک میں ان کے جو حیرت انگیز تعمیری کارنامے ہیں ان کے متعلق ایک رائے تو یہ ہو سکتی ہے کہ ان میں مسلمانوں کا اپنا کوئی contribution نہیں ہے بلکہ وہاں کے موجودہ معیار تمدن کی وہ آئینہ دار ہیں۔ دوسری رائے یہ ہو سکتی ہے کہ وہ سب کے سب اسلامی فن تعمیر کا نمونہ ہیں۔ مگر دونوں رائیں معتدل نہیں کہی جا سکتیں۔ کیوں کہ تاریخ ان دونوں کی نفی کر دیتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ طلوع اسلام سے پہلے حجاز و عرب میں فن عمارۃ کو رواج حاصل نہ تھا۔ نہ تو وہاں کے لوگ غرفات اور محلات میں رہنے کے عادی تھے، اور نہ ایسی کسی عمارت کا سراغ ملتا ہے جو فن تعمیر کا نمونہ ہو۔ اس کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں۔ ایک تو حجاز و عرب کی جغرافیائی حالت جو ریگستان پر مشتمل ہے۔ جو اس کے لیے سازگار نہ تھی دوسرے وہاں کے باشندوں کا مزاج بھی اس سے کچھ ہم آہنگ نہ تھا، ان کی بدویت یعنی تمدنی بدحالی اور خانہ بدوشی جن میں ان کی زندگی محصور تھی اس سے میل نہ کھاتی تھی۔ رہا عرب کا وہ علاقہ جو حیرہ اور یمن وغیرہ پر مشتمل تھا۔ تو وہاں ایسی عمارات اور دیگر تمدنی ترقی کا ضرور پتہ چلتا ہے۔ مگر اس کی وجہ ان کا متمدن علاقوں کے پہلو میں واقع ہونا ہے۔ اسلام کے ابتدائی ایام میں بھی ایسی عمارتوں کا پتہ نہیں چلتا جن کو بطور مثال پیش کیا جا سکے۔ جہاں تک مسجد نبوی اور مسجد قبا وغیرہ کا تعلق ہے ہم ان میں بھی کوئی فنی خصوصیت

---

[1] تمدن عرب ص ۵۶۵ گستاؤلی بان

[2] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو العمارۃ فی صدر الاسلام اور العمارۃ فی الاسلام، کمال الدین سامح۔

AsliAhleSunnet.com

نہیں پاتے۔ حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی عہد رسالت میں کچی اینٹ سے بنائی گئی تھی، جس کی چھت کھجور کے پتوں اور ستون نخل کے درخت کے تھے۔ ابوبکر نے اس میں کوئی زیادتی نہیں کی بلکہ علیٰ حالہٖ رہنے دیا۔ عمر فاروق نے اضافہ تو کیا مگر سابقہ بنیاد پر بنایا اور وہی کچی اینٹ کی دیوار، برگِ کھجور کی چھت صرف ستون لکڑی کے دیئے۔ پھر حضرت عثمان نے اس میں کافی اضافہ کیا، دیوار منقش پتھر اور سمنٹ (گچ) سے، ستون بھی منقش پتھروں ہی کے اور چھت ساج کی لکڑیوں کی تیار ہوئی۔ [1] اموی دورِ حکومت میں عمر بن عبدالعزیز کے زیرِ نگرانی شہر میں اس کی تعمیر جدید ہوئی، جس کے معمار روم سے بلائے گئے، اس وقت عمر بن عبدالعزیز مدینہ منورہ کے گورنر تھے۔ [2]

پروفیسر کمال الدین سامح لکھتے ہیں:

لم يكن في بلاد العرب قبل الاسلام اساليب فنية اصلية وكل ما كان فيها من فنون انما نقل من المدنيات المجاورة فقد كانت هناك في بلاد العرب الجنوبية قصور كما وجدت قصور اخرى في بادية الشام بين الاملاك البزنطينية وبين الحجاز ونجد وكان هناك فن نبطي في شمال شرقي في شبه جزيرة سيناء وبخاصة في مدينة البتراء وهي المدينة المنحوتة في الصخر بين العقبة وبين معان [3]

اسلام سے پہلے ممالکِ عرب میں کوئی اوریجنل فنی اسلوب نہ تھا، وہاں جو بھی فنون تھے وہ پڑوسی تمدنوں سے ماخوذ تھے۔ عرب کے جنوبی شہروں میں محلات تھے اسی طرح بازنطینی ممالک اور حجاز و نجد کے درمیان وادیٔ شام میں کچھ اور محلات تھے۔ عرب کے شمال مشرق میں جزیرہ نمائے سینا میں اور خاص کر شہر بطرا میں فن نبطی کا رواج تھا یہ شہر عقبہ اور معان کے درمیان پہاڑ کو تراش کر بنایا گیا تھا۔

اسلامی فن تعمیر کی شروعات اس وقت سے ہوتی ہے جب مسلمان حجاز سے نکل کر دوسرے ممالک میں داخل ہوئے یہ (ساتویں صدی عیسوی کا زمانہ ہے)۔ تیرہویں اور چودہویں صدی عیسوی میں یہ فن اپنے عروج کو پہنچا۔ اٹھارہویں صدی عیسوی میں اس پر زوال آیا۔ یہ وہ وقت تھا جبکہ مغربی فن تعمیر اپنا جگہ بنا رہا تھا۔

اسلامی فن تعمیر کے اصلاً تین سرچشمے تسلیم کیے گئے ہیں۔

۱۔ مشرقی مسیحی فن تعمیر، جس کا مرکز سوریا (شام) تھا

۲۔ ساسانی طرز تعمیر جس کا مرکز عراق اور ایران تھا۔

[1] بخاری باب بنیان المساجد۔ [2] جذب القلوب باب ہشتم۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی [3] العمارة في صدر الاسلام ص ۳

AsliAhleSunnet.com

۳۔ قبطی اسلوب عمارت جس کا مرکز مصر تھا

مسلمانوں نے انھی تین اسلوبوں میں اس طرزِ عمارت کا خاکہ تلاش کیا جو ان کی تعمیرات کے لیے موزوں ہو سکتا تھا، چنانچہ انھوں نے جس طرزِ تعمیر کو جنم دیا وہ اپنے سرچشموں سے تعلق رکھتے ہوئے بھی ان سے بہت حد تک مختلف تھا، بلکہ ایک نئے تصور کی نمائندگی کرتا تھا۔ اس کا سب سے اہم اور نمایاں مظہر مساجد تھیں جو مسلمانوں کی اولین مذہبی ضرورت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کو جہاں عارضی قیام کا بھی موقع ملا فوراً ہی ان کو مسجد بنانے کی فکر دامن گیر ہوئی۔ ان مساجد میں انھوں نے پوری فراخی سے اپنی فنکارانہ صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا۔ فلپ کے حتی نے لکھا ہے:

"عرب مسلمانوں میں آرٹ نے مذہبی فنِ تعمیر کو اظہار کا سب سے بڑا ذریعہ بنایا۔ مسلمان ماہرین تعمیرات یا ان کے مقرر کیے ہوئے ملازموں نے تعمیر کا ایک ایسا منصوبہ بنایا جو سادہ اور پروقار تھا۔ یہ سلسلے نمونوں پر مبنی تھا لیکن نئے دین کی روح کی نمایاں عکاسی کرتا تھا۔ بین العقلی اور بین الاقوامی رشتے میں اسلامی تہذیب کی ترقی کی تاریخ کا خلاصہ ملاحظہ کرنا ہو تو مسجد کو پیشِ نظر رکھیے۔"[1]

چنانچہ بعد کی مسجد نبوی، دمشق کی جامع مسجد، اندلس کی جامع قرطبہ، ترکی کی جامع مسجد، مصر کی جامع ازہر، لاہور کی بادشاہی مسجد، دلی کی جامع مسجد، ڈھاکہ کی ستارہ مسجد، ایران کی جامع مسجد وغیرہ اس کا بہترین نمونہ قرار دی جاتی ہیں۔ مسجد کی تعمیر میں وسعت، نظافت، روشنی، سادگی، وقار، بلندی اور ایسے ہی محاسن کا لحاظ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ آپ مسجد کا مطالعہ دیگر قوموں کے معابد کے پس منظر میں کیجیے تو آپ دونوں میں نمایاں فرق محسوس کریں گے۔

غیر مسلموں کے معابد تنگ، تاریک اور پراسرار قسم کے ہوتے ہیں۔ مساجد میں جا کر یا ان کو دیکھ کر جو احساس جاگتا ہے وہ یہاں قطعاً نہیں رہے گا۔ جناب عبدالمجید سالک نے لکھا تھا "مندر میں جہاں دیوی دیوتا کی مورتی قائم کی جاتی ہے وہ ایک چھوٹا سا تاریک پراسرار کمرہ ہوتا ہے جس میں مورتی کے خط و خال دھندلے دکھائی دیتے ہیں اور پجاری ایک ایک کر کے اس کمرے میں داخل ہو کر آرتی اتارتے ہیں اور پوجا کرتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ مندروں کے ارد گرد عام وسیع عمارتیں بنائی جاتی ہیں لیکن وہ معبد کا حصہ نہیں ہوتیں۔"[2]

علاوہ ازیں غیر مسلم اپنی عبادت گاہوں سے لیکر رہائشی مکانوں کو بھی انسان یا جانور کی مورتی اور بھدی تصویروں سے

---

[1] عربوں کا عروج و زوال۔

[2] مسلم ثقافت ص ۳۵۵

AsliAhleSunnet.com

سے آراستہ کرتے ہیں جبکہ مسلمان ایسا نہیں کر سکتے ہیں۔ وہ سادہ ہلکی لطیف اور محرابی گلکاریوں کا استعمال کرتے ہیں۔ اہل کتاب کے معابد گو کہ مندروں سے مختلف ہوتے ہیں مگر مساجد کی شان ان میں بھی نہیں ہوتی۔ ان معابد میں حسن و آرائش کی زیادتی بے جا اسراف تکلفات کی بھرمار ان کی روحانی فضا کو مکدر کر دیتی ہے۔ ان میں داخل ہوتے ہی پہلا احساس یہ ہوتا ہے کہ شاید یہ خانۂ خدا نہیں جہاں ایک روحانی مریض شفایاب ہو بلکہ یہ کسی بادشاہ کا شبستان ہے یا کسی رئیس کا میوزیم۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مساجد کی تزئین و آرائش اور یہود کی اتباع سے شدت سے منع فرمایا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ:

اراكم ستشرفون مساجدكم كما شرفت اليهود كنائسها والنصارى بيعها۔ [۱]

مجھے لگتا ہے کہ تم لوگ بھی اپنی مسجدوں کو اس طرح مزین کرو گے جس طرح یہود و نصاریٰ نے اپنے اپنے معابد کو کیا ہے

مسجد کے اس مزاج نے پورے فن تعمیر کو متاثر کیا ہے تا آنکہ مسلمانوں کے رہائشی مکانات اور دوسری رفاہی عمارتوں میں بھی اس کا رنگ دیکھا جا سکتا ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے، کہ مسلمانوں کی تعمیر کردہ عمارتیں از اول تا آخر اسلامی تہذیب کے مزاج سے ہم آہنگ ہیں۔ بلکہ کچھ امرا ایسے بھی ملیں گے جنھوں نے اپنی عمارتوں میں انسانوں اور جانوروں کی مورتیں بنوائیں جو اسلام کے مزاج کے منافی ہے اور بہت سے لوگ ایسے بھی ملیں گے جنھوں نے اس فن کا اظہار مقبرہ اور امام بارہ وغیرہ بنانے میں کیا جن کی اجازت شرعاً نہیں ہے، یہ بات اگرچہ ہند و پاک کے مسلمانوں پر گراں گزرے گی مگر حق ہے کہ ممتاز محل کی آخری آرام گاہ تاج محل بھی اسی حکم میں ہے۔ تاج محل کی صناعی اور فنی خوبصورتی اس کو آٹھواں عجوبہ کیوں نہ بنا دے لیکن اسلامی نقطۂ نظر سے اس کی ذرا بھی اہمیت نہیں۔ بلکہ بقول الوزیر اعظمی مرحوم

عقل کچھ کہتی ہے دل کا اور ہی پیغام ہے
تاج بھی تو باعثِ رسوائی اسلام ہے!

بایں ہمہ اسلامی تہذیب میں بنیادی اہمیت محلات و قصور کی تعمیر کی نہیں بلکہ سیرت و کردار کی تعمیر کی ہے۔ پہلی شے انسان کی ضرورت ہے اور دوسری انسان کا مقصدِ زندگی۔ عمارات اسی وقت تک قابل قدر ہیں جب تک وہ تہذیب کے مبادی اور نصب العین سے جڑی ہوئی ہوں۔ یا کم از کم ان سے متصادم

[۱] ابن ماجہ تشیید المساجد۔

AsliAhleSunnet.com

نہ ہوں ۔ اگر یہی عمارتیں بنیادی مقاصد کے حصول میں حصار بن جائیں اور آدمی کی توجہ تعمیر سیرت سے ہٹ کر صرف مکانوں کی تعمیر پر مرکوز ہو جائے تو اسلامی تہذیب میں نہ صرف یہ کہ اس کی اہمیت گر جائے گی بلکہ مذموم قرار پائے گی ۔

اندلس کا نامور اموی خلیفہ عبدالرحمٰن ثالث سنہ ۳۵۰ھ سلاطین میں سب سے بڑا عالم اور آداب صنعت وحرفت کا ماہر اور سرپرست تھا ۔ اس نے اندلس کا مشہور محل "قصر الزہرا" تعمیر کرایا ، اس کی تعمیر اور استحکام ، رنگ و روغن اور تزئین و آرائش میں اس کو اتنا انہماک ہو گیا کہ وہ کچھ دنوں تک جمعہ کی نمازیں نہ جا سکا اور ایک دن جب وہ گیا تو قاضی منذر بن سعید بلوطی نے جو قرطبہ میں امام تھے عبدالرحمٰن کی تنبیہ کے لیے ایک خطبہ دیا ، جس کا آغاز قرآن کریم کی اس آیت سے کیا ۔

اتبنون بکل ریع آیة تعبثون وتتخذون مصانع لعلکم تخلدون ۔ واذا بطشتم بطشتم جبارین ۔ فاتقوا اللہ واطیعون ۔ واتقوا الذی امدکم بما تعلمون ۔ امدکم باموال وبنین ۔ وجنت وعیون ۔ انی اخاف علیکم عذاب یوم عظیم ۔ [1] (کیا تم ہر اونچے مقام پر لا حاصل ایک یادگار عمارت بنا ڈالتے ہو اور بڑے بڑے قصر تعمیر کرتے ہو ، گویا تمھیں ہمیشہ رہنا ہے اور جب کسی پر ہاتھ ڈالتے ہو تو جبار بن کر ، پس تم لوگ اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ، ڈرو اس سے جس نے تمھیں وہ کچھ دیا ہے جو تم جانتے ہو ، تمھیں جانور دیے ، اولاد دی ، باغ اور چشمے دیے ، مجھے تمھارے بارے میں ایک بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے ۔)

اس کے بعد عمارتوں کی تزئین و آرائش اور اسراف مال کے لیے یہ آیت پڑھی ۔

افمن اسس بنیانه علی تقوی من اللہ ورضوان خیر ام من اسس بنیانه علی شفا جرف ھار فانھار به فی نار جھنم و اللہ لا یھدی القوم الظالمین ۔ لا یزال بنیانھم الذی بنوا ریبة فی قلوبھم الا ان تقطع قلوبھم واللہ علیم حکیم ۔ [2] (کیا بہتر انسان وہ ہے جس نے اپنی عمارت کی بنیاد خدا کے خوف اور اس کی رضامندی کی طلب پر رکھی ہو یا وہ جس نے اپنی عمارت ایک وادی کی کھوکھلی بے ثبات کگر پر اٹھائی اور وہ اسے لے کر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سیدھی جہنم میں جا گری ایسے ظالم لوگوں کو اللہ کبھی ہدایت نہیں دیتا ۔ یہ عمارت جو انھوں نے بنائی ہے ، ہمیشہ ان کے دلوں میں بے یقینی

(باقی ص ۵۶ پر)

[1] الشعراء ۱۲۸ ۔ ۱۳۵ [2] التوبہ ۱۰۹ ۔ ۱۱۰

AsliAhleSunnet.com

قسط اوّل

شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب نجدی

نواب صدیق حسنؒ اور مولانا حسین احمد مدنی کی نظر میں

مولانا محفوظ الرحمن فیضی، جامعہ فیض عام مئو۔

مشہور حدیث ہے کہ: "اللہ تعالیٰ ہر صدی میں ایسے لوگوں کو بھیجتا رہے گا جو اس امت کے لیے اس کے دین کے کام کی تجدید کرتے رہیں گے۔"

انھی اصحاب دعوت و عزیمت مجددین اور پر خلوص مصلحین میں سے ایک تاریخ ساز اور عہد آفریں شخصیت عظیم مصلح و مجدد شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب نجدی رحمۃ اللہ علیہ کی تھی۔ وہ تاریخ کے ان چند گنے چنے نابغۂ روزگار افراد میں تھے جو انتہائی ذکی و فطین، قوی و جری، مخلص و غیور اور دین میں پہاڑ کی طرح سخت اور مضبوط اور عقیدۂ توحید کے اظہار و اعلان میں مومنانہ عزم و بصیرت اور استقامت کے مالک تھے۔

شیخ الاسلام کے مختصر حالات

شیخ الاسلام کی ولادت ۱۱۱۵ھ میں نجد کے ایک گاؤں (عیینہ) میں ہوئی اور ان کی نشو و نما اور تربیت بھی اسی صحرا ءِ عرب میں ہوئی۔ تحصیل علم کے لیے مدینہ منورہ اور بصرہ تک سفر کیے۔ شیخ کی ولادت کے وقت یعنی ۱۲ ویں صدی ہجری کے آغاز میں مسلمانوں کی حالت ناگفتہ بہ ہو رہی تھی۔ دین کے ہر شعبہ میں نجد و عرب کے کلمہ گو انحطاط پذیر تھے اور ایک عرب ہی پر کیا موقوف ساری اسلامی دنیا شرک و بدعات کی دلدل میں پھنسی ہوئی تھی، کوئی سیاسی شعور باقی نہ رہا تھا، جہاں کچھ طاقت بھی تھی استبداد کا دار دورہ تھا، یہ حالات دیکھ کر شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب کے دل میں تڑپ پیدا ہوئی اور جوانی ہی میں اصلاح و تجدید شروع کر دی، اپنے گرد و نواح کے

AsliAhleSunnet.com

مسلمانوں کو کتاب وسنت کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا اور اس سلسلہ میں تکلیفیں نہیں، اپنے بوڑھے باپ کی خفگی برداشت کرنا پڑیں۔ اپنے آبائی وطن۔ عیینہ ۔۔۔۔ سے نکلنے پر مجبور ہونا پڑا۔ آخر چند برسوں کے ابتلاء کے بعد درعیہ (نجد) کے امیر محمد بن سعود (م ۱۱۷۹ھ) کے ہاں پناہ ملی۔ امیر اور اس کے عزیز دعوت توحید کے سرگرم حامی بن گئے اور ان کی مدد اور معاونت سے شیخ الاسلام نے اور زوروں پر تبلیغ شروع کر دی، تا آنکہ کامیابی ان کے قدم لینے لگی۔ شمع توحید کے پروانے اطراف واکناف سے آ آ کر شیخ الاسلام کے حلقہ درس میں حاضر ہوتے اور پھر لوٹ کر اپنے اپنے علاقوں میں اللہ کا پیغام پہنچاتے رہے۔

آخر آپ کی دعوت وتبلیغ سے خاک عرب کے وہ ذرے جو جہل وشرک کی طغیانی کے باعث ماند پڑ گئے تھے، پھر چمک اٹھے اور نجد کے چمنستان سے توحید وکلمۂ حق کی ایسی خوشبو پھیلی جس نے تمام عالم کو زعفران زار بنا دیا۔۔۔۔۔۔۔

اور جہاں تک اس مرد مجاہد کی آواز پہنچ سکتی تھی، اس نے حق وصداقت کا پیغام پہنچایا۔[۱]

شیخ نے بانوے سال کی عمر پا کر ۱۲۰۶ھ میں وفات پائی۔

شیخ الاسلام کی دعوت شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ دین کو اس کی اصل شکل میں دیکھنا چاہتے تھے، عقائد واعمال ہر چیز میں وہ سلف صالحین کی اتباع کرتے تھے اور لوگوں کو اسی کی دعوت دیتے تھے۔ ان کی دعوت کا خلاصہ اگر بیان کیا جائے تو اس کے درج ذیل نقاط ہوں گے۔

- توحید، شیخ کی دعوت کی اصل بنیاد توحید اور لا الہ الا اللہ ہے۔ اللہ کے کلمہ کو بلند کرنا اور طاغوت کے کلمہ کو پست کرنا وہ اساس ہے جس پر آپ کی دعوت کی بنیاد تھی۔ آپ کا پیغام تھا کہ عبادت خواہ کسی قسم کی ہو کسی شکل میں ہو سب اللہ کے لیے مخصوص ہے۔ اللہ کا نہ کوئی ذات میں شریک وسہیم ہے نہ صفات میں۔
- لوگوں کو پیر پرستی، قبہ پرستی، قبر پرستی، شجر پرستی وغیرہ ساری پرستیوں سے ہٹا کر صرف خدا پرستی پر لگانا آپ کا مشن تھا، غیر اللہ کے آگے جھکنا، قبروں اور ولیوں سے مدد مانگنا اور فریاد چاہنا، منتیں مرادیں مانگنا ان کے نام کی نذریں ماننا، قسمیں کھانا، وغیرہ وغیرہ مشرکانہ اعمال تھے، جن کی بیخ کنی کا شیخ نے بیڑا اٹھایا تھا۔

[۱] ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک (ص ۱۶، ۱۷) محمد بن عبدالوہاب ایک مظلوم اور بدنام مصلح (ص ۔۔)

AsliAhleSunnet.com

• بدعات کی بیخ کنی اور سنت کا احیاء یعنی زندگی کے تمام معاملات، عقائد و عبادات اور اخلاق سے لے کر معاشرت و معیشت اور سیاست و حکومت تک میں دین کے نام سے جو بے دینی گھس آئی تھی اسے اکھاڑ پھینکنا اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور شریعت اسلامی کو فکر و عمل دونوں میں جاری کرنا۔

• امر بالمعروف و نہی عن المنکر، یعنی ان تمام بھلائیوں کا حکم دینا جن کو اسلام بھلائی قرار دیتا ہے اور ان تمام برائیوں سے باز رکھنا جن کو اسلام برائی اور ممنوع قرار دیتا ہے۔

غرض شیخ کے پیش نظر اول اور آخر اسلام اور صرف اسلام تھا۔ وہ ہمہ پہلو دین کا احیاء اور تمام امور میں کتاب وسنت کا اتباع چاہتے تھے۔

چنانچہ (جیسا کہ ذکر کیا گیا) شیخ نے بدو شعور ہی سے ماحول کی تطہیر اور معاشرہ کی اصلاح کے لیے کوششیں شروع کر دیں اور حقیقت یہ ہے کہ ممدوح کی دعوت و عزیمت نے آخر ش اہل نجد و حجاز کی زندگی اور عقائد و اخلاق میں ایک غیر معمولی انقلاب برپا کیا۔ خوش قسمتی سے انھیں آل سعود جیسے اولو العزم مجاہد اور رفقاء ملے جنھوں نے شیخ کے مشن کی تکمیل میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔

دعوت کے اثرات: علامہ نواب والا جاہ صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ کے رفیق کار محدث و محقق حضرت مولانا بشیر صاحب سہسوانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۲۶ھ) شیخ کی دعوت کے اثرات پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

" اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعوت کے ذریعہ شرک کے شعائر و مقامات مٹا دیے، طاغوتوں اور ملحدوں کو روسیاہ کیا۔ یہاں تک کہ اللہ کا دین ظاہر و غالب ہوگیا۔ آپ کی دعوت سے شریعت اسلامی وسنت کی راہ واضح ہوگئی۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا نظم قائم ہوگیا، شرعی حدود نافذ اور دینی تعزیرات جاری ہوئیں، جہاد کا علم بلند ہوا، اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے اہل شرک واہل فساد سے رزم آرائی ہوئی۔ یہاں تک کہ آپ کی دعوت پھیل گئی اور اللہ کے واسطے اور اس کے دین کے واسطے عام مسلمانوں اور ان کے ائمہ کے واسطے موصوف کی خیر خواہی ثابت ہوگئی، اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ دیا اور عداوتیں الفت سے بدل گئیں اور اللہ کے فضل سے لوگ بھائی بھائی ہوگئے۔ "

(صیانۃ الانسان عن وسوسۃ الشیخ دحلان ص ۲۲۳ طبع جدید)

سعودی حکومت: شیخ الاسلام کی دعوت اور آلِ سعود کی معاونت کا نتیجہ یہ ہوا کہ نجد کے اندر صحیح معنی میں ایک اسلامی ریاست قائم ہو گئی ...... اور اب نجد و حجاز کی موجودہ سعودی حکومت آلِ سعود کی اسی حکومت کی وارث و جانشین ہے۔ یہ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کو اسی طرح اپنا دینی رہنما اور امام سمجھتی ہے، جس طرح ان کے پیشرو سمجھتے تھے ...... اگرچہ آج دولت کی فراوانی اور مغربی ملکوں کے ساتھ تعلیم اور دوسرے روابط کے زہریلے جراثیم نے سعودی معاشرہ میں بہت ساری خرابیاں پیدا کر دی ہیں، لیکن ان سب کے باوجود یہ امر واقعہ ہے کہ سعودی عرب ہی ایک ایسا ملک ہے جو ان بدعات و شرکیہ رسوم سے پاک ہے جن سے دنیا کا کوئی ملک محفوظ نہیں۔ اور اس دور میں روئے زمین پر صرف سعودی حکومت ہی ایک ایسی حکومت ہے جس میں صرف قرآن و حدیث کی فرمانروائی ہے اور شریعت سرکاری قانون ہے۔ یہ حکومت پوری دنیا میں اسلام کی دعوت و تبلیغ اور علوم دین کی اشاعت و ترویج کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہے اور "تعاونوا علی البر والتقوی" کے بمصداق دنیا بھر میں پھیلے ہوئے دینی اداروں اور اسلامی تحریکوں اور تنظیموں کی سرپرستی اور ہر ممکن مادی و معنوی مساعدت کو اپنا فرض سمجھتی ہے۔

شیخ کے خلاف پروپیگنڈہ: بہرحال شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب نجدی رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت کوئی نئی چیز نہیں تھی، وہ کتاب و سنت کی صحیح اور خالص تعلیم کے سوا کچھ پیش نہیں کرتے تھے۔ لیکن ذاتی مفاد اور سیاسی اغراض کے ماتحت مختلف اشخاص اور مختلف حکومتیں اور جماعتیں ہاتھ دھو کر آپ کے پیچھے پڑ گئیں اور آپ کی دعوت کو "وہابیت" کا نام دے کر اس طرح پیش کیا گیا، جیسے اسلام کے علاوہ کسی دوسرے مذہب کی دعوت دی جا رہی ہے۔ سوء اتفاق سے اہل نجد، شیخ الاسلام اور آلِ سعود کو بدنام کرنے میں تین حکومتیں شریک ہو گئیں، ترکی اور مصری حکومتوں سے تو براہ راست ٹکر اٹھی اور جنگ و پیکار کا سلسلہ ایک عرصہ تک جاری رہا۔ حکومت برطانیہ سے بھی ایک دو اچھی خاصی ٹکر ہو گئی تھی، اس لیے وسطِ عرب میں ترقی اور تجدید کی لہر ان سب کے گلوں کی پھانس بن گئی تھی۔ اور وہ طبعاً اہل نجد کے خلاف زبردست پروپیگنڈہ میں مصروف ہو گئے۔ ان کے علاوہ اشرافِ مکہ اور ان کے حواری "علماء سوء" اپنے نذر و نیاز کی بندش پر الگ برہم تھے اور انھوں نے بھی شیخ الاسلام اور آلِ سعود کے خلاف زبردست پروپیگنڈہ مہم چلائی اور ان پر طرح طرح کے بے سروپا الزامات عائد کر کے عالمِ اسلام میں انھیں بدنام کرنے کی کوشش کی، ترکوں اور انگریزوں کا یہ

AsliAhleSunnet.com

پروپیگنڈہ خالص سیاسی حیثیت رکھتا تھا مگر اہل حجاز نے اسے مذہبی رنگ دیدیا تھا تاکہ مشائخ اور خوش عقیدہ مسلمانوں کو شیخ کے خلاف آسانی سے مشتعل کیا جاسکے ؎

خود ہندوستان میں بھی شیخ اور ان کی جماعت کے خلاف بڑے پیمانے پر پروپیگنڈہ کیا گیا اور مولوی فضل رسول بدایونی (م ۱۲۹۰ھ) وغیرہ اہل بدعت نے افتراپردازیوں بہتان طرازیوں کا انبار لگادیا "وہابی" کا لفظ ہندوستان میں انھی حضرات نے رائج کیا اور اسے اتنا بدنام کیا کہ اہل بدعت آج بھی سلفیوں کے لیے لفظ "وہابی" کو ایک مغلظ گالی کے طور پر استعمال کرتے ہیں ...... بدقسمتی سے بعض ثقہ علمائے ہند مثلاً مولانا حسین احمد مدنی مرحوم (۱۳۷۷ھ/۱۹۵۷ء) وغیرہ کی تحریروں سے بھی اس پروپیگنڈہ کو بڑی تقویت ملی۔ مولانا حسین احمد مرحوم نے مولوی احمد رضا خاں بریلوی کے لگائے ہوئے الزام وہابیت سے اپنے اکابر کی برأت ثابت کرنے کے لیے اپنی مشہور "فاضلانہ" تالیف "الشہاب الثاقب" میں بقول مورخ کنندگان بعض افواہوں اور مخالفین کی کتابوں پر اعتماد کرکے "بلاتحقیق" شیخ کی طرف وہ ساری خرافات منسوب کردیں جو ان کے دشمنوں نے اختراع کی تھیں اور ان ہی بنیاد پر شیخ کے خلاف "بہت بری رائے" ظاہر کی

مولانا مدنی وغیرہ کی وہ تحریریں

اکابر دیوبند کی برأت میں مولانا نعمانی کی تصنیف :

جن میں شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کی جماعت کے بارے میں بالکل خلاف واقعہ باتیں لکھی گئی ہیں اور بری رائے ظاہر کی گئی ہے اور شیخ کو بدعقیدہ اور فاسق وغیرہ کہا گیا ہے، ان تحریروں کے بارے میں محترم مولانا منظور نعمانی دامت برکاتہم کی خدمت میں ان کے کسی عزیز نے اپنا اشکال پیش کیا تھا اور لکھا تھا کہ، "دریافت طلب امر یہ ہے کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کی دعوت کے متعلق آپ کی رائے کیا ہے؟ اگر آپ کے نزدیک وہ اہل حق میں سے ہیں تو پھر ان اکابر کی ان تحریروں کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں، اور آپ کے نزدیک ان کی کیا بنیاد ہے؟" سائل نے یہ درخواست بھی کی تھی کہ وضاحت اور جواب "الفرقان" ہی میں تحریر فرمادیں، اس طرح فائدہ عمومی ہوگا اور وہ محفوظ بھی ہوجائے گا۔"

مولانائے محترم نے مذکورہ سوال کا جواب بسط و تفصیل سے تحریر فرمایا ہے، جو اولاً ماہنامہ "الفرقان"

؎ ماخوذ از ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک۔

AsliAhleSunnet.com

لکھنؤ کی چار اشاعتوں میں شائع ہوا اور بعد میں اسے کتابی شکل دے کر "شیخ محمد بن عبد الوہاب کے خلاف پروپیگنڈہ اور علماء حق پر اس کے اثرات" کے نام سے شائع کیا گیا۔ گزشتہ دنوں ناچیز کو اس کتاب کے مطالعہ کا اتفاق ہوا اس میں حضرت مولانا نعمانی مدظلہ نے مولانا حسین احمد مدنیؒ اور دیگر اکابر علماء دیوبند - نور اللہ مرقدہم - کی طرف سے صفائی پیش کی ہے اور ان اسباب و حالات پر روشنی ڈالی ہے جن کی بنیاد پر یہ حضرات شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہابؒ کے خلاف پروپیگنڈہ سے متاثر ہوئے تھے اور ان کے بارے میں بہت بری رائے ظاہر کی تھی نیز بیان کیا گیا ہے کہ بعد میں جب ان حضرات پر اصل حقیقت منکشف ہوئی تو انھوں نے اپنی پہلی رائے سے رجوع کر لیا۔

نواب صاحب والاجاہ کے بارے میں مغالطہ :

کتاب اپنے موضوع و مقصود کے لحاظ سے بلاشبہ مفید ہے، لیکن ناچیز راقم الحروف (بلکہ ہر صاحب انصاف) کی نگاہ میں یہ بات بہر حال افسوس ناک اور موجب شکایت ہے کہ اس کتاب میں اکابر علماء دیوبند کے جس جرم پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے، اسی کا مرتکب محدث کبیر مجدد علوم دینیہ امیر الملک نواب والاجاہ سید صدیق حسن خاں قنوجی بھوپالی رحمۃ اللہ علیہ کو قرار دیا گیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ محترم مولانا نعمانی مدظلہ نے شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہابؒ کے خلاف پروپیگنڈہ سے متاثر ہونے والے علماء و اکابر کے سلسلہ میں نواب صاحب مرحوم کا بھی ذکر کیا ہے اور اس سلسلہ میں ان کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس سے واضح طور پر یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ شیخ الاسلام کے بارے میں نواب والاجاہ بھی مولانا مدنی مرحوم جیسی ہی رائے رکھتے تھے اور شیخ کو (علی الاطلاق گویا عقائد وغیرہ میں بھی) مجروح و مطعون کرنا ضروری سمجھتے تھے اور مولانا مدنیؒ جو سے پہلے وہ شیخ کو بدعقیدہ اور فاسق وغیرہ قرار دے چکے تھے بلکہ مولانا مدنی نے اپنی کتاب "الشہاب الثاقب" میں شیخ اور ان کے متبعین کی طرف جو بے بنیاد باتیں منسوب کی ہیں اور ان کو فاسد العقیدہ، شان رسالت میں گستاخی کرنے والا اور فاسق و خبیث وغیرہ لکھا ہے تو بقول محترم مولانا نعمانی صاحب عام شہرت کی بنا پر اور شیخ احمد زینی دحلان کی اور نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم جیسے اہل علم کی تحریروں پر اعتماد کر کے ان "خرافات" اور "افترائات" کو "حقائق" اور "واقعات" سمجھ کر نقل کر دیا ہے بلکہ مولانا نے نواب صاحب مرحوم کی کتاب کا حوالہ بھی دیا ہے ۱؎۔ یعنی مولانا مدنیؒ تو محض ناقل ہیں اور "نقل کفر کفر نہ باشد"۔

۱؎ شیخ محمد بن عبد الوہاب کے خلاف پروپیگنڈہ ...... ص ۸۹

AsliAhleSunnet.com

اصل قصور تو نواب صاحب وغیرہ کا ہے جنھوں نے ان خرافات کو اولاً تلبند کیا اور اپنی کتابوں میں جگہ دی مگر حقیقت یہ ہے کہ نواب صاحب کے بارے میں یہ تاثر۔ جو مولانا نعمانی کی تحریروں میں دیا گیا ہے، واقعہ کے خلاف ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ عمومی تکفیر اور قتلِ مخالفین۔ کے باب میں شیخ محمد بن عبدالوہاب کا جو مسلک بتایا جاتا ہے۔ نواب صاحب کو اس سے اختلاف ضرور ہے لیکن مولانا مدنی اور شیخ دحلان کی ہفوات کا جن کی طرف نعمانی صاحب نے اشارہ کیا ہے۔ نواب صاحبؒ کی تحریروں میں (میرے ناقص علم و مطالعہ کی حد تک) کوئی وجود نہیں بلکہ اس کے برعکس ممدوح کی متعدد تصنیفات میں شیخ الاسلام کے عقائد و افکار اور اخلاق و اعمال کے متعلق نہایت عمدہ تاثرات پاکیزہ خیالات اور حقیقت کے قریب تر رائے کا اظہار کیا گیا ہے۔ بلکہ ان کے معاندین کی تردید بھی کی گئی ہے۔ لیکن مولانا نعمانی نے اپنی کتاب میں نواب صاحب کی ان تحریروں کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا۔ حالانکہ یہ تحریریں مولانا موصوف کی نظر سے یقیناً گزری ہوں گی۔۔۔۔ اب ظاہر ہے جو شخص بھی مولانا نعمانی کی کتاب پڑھے گا اور یہ دیکھے گا کہ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کے تئیں نواب والا جاہ کو بھی شیخ دحلان اور مولانا مدنی ہی کی صف میں ذکر کیا گیا ہے، اور شیخ کے متعلق نواب صاحب کے پاکیزہ احساسات اور عمدہ خیالات کا کوئی ذکر نہیں ہے تو لازماً وہ یہی سمجھے گا کہ شیخ کے بارے میں ان کے خیالات بھی نہ صرف یہ کہ اچھے نہیں تھے بلکہ وہ بھی شیخ دحلان اور مولانا مدنی کی طرح شیخ کو فاسد العقیدہ وغیرہ سمجھتے تھے اور ان کی تحریروں میں بھی وہ سب خرافات و افتراءات موجود ہیں جو زینی اور مدنی صاحبان کی تحریروں میں ہیں اور پھر وہ نواب صاحبؒ کے بارے میں بھی اسی غلط فہمی و بدگمانی کا شکار ہو جائے گا جس قسم کی غلط فہمی و بدگمانی کو اکابر علماء دیوبند سے دور کرنے کے لئے مولانا نعمانی نے مذکورہ بالا کتاب لکھی ہے۔

ان سطور کی تحریر کا مقصد و منشا:

ناچیز راقم سطور کا علم و مطالعہ بہت ہی محدود ہے اور مولانا نعمانی صاحب مدظلہ کی علمی حیثیت کا دل سے معترف ہے ان سطور کی تحریر کا مقصد مولانا نعمانی کی کتاب کا جواب لکھنا یا اس پر کوئی تفصیلی تبصرہ کرنا نہیں ہے۔ بلکہ انتہائی ادب و احترام کے ساتھ صرف یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ۔

عیب مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو

یعنی مذکورہ کتاب میں نواب والا جاہ رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کرنا ضروری ہی تھا تو تصویر۔۔ کا دونوں

درشخ پیش کر دینا چاہیے تھا، تاکہ نہ کوئی غلط فہمی پیدا ہوا نہ مولانا نعمانی جیسے بزرگ پر تلبیس کا الزام عائد ہو سکے۔ یا پھر سرے سے نواب صاحب کا تذکرہ ہی نہ کیا جاتا کیونکہ جس سوال کے جواب میں مولانا نعمانی محترم نے کتاب لکھی ہے اس میں نواب صاحب مرحوم کے متعلق سرے سے کوئی استفسار کیا ہی نہیں گیا تھا

بہر حال ہم اس کے مدعی نہیں کہ نواب صاحب والا جاہ مرحوم کو شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب سے کسی مسئلہ میں کوئی اختلاف ہی نہیں تھا بلکہ ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ شیخ الاسلام کے احوال و عقائد کے بارے میں نواب صاحب اور مولانا مدنی کی معلومات اور خیالات یکساں نہیں تھے، بلکہ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ نواب صاحب نے اپنی متعدد تصنیفات میں شیخ محمد بن عبدالوہاب کے بارے میں نہایت عمدہ خیالات اور پاکیزہ تاثرات کا اظہار کیا ہے اور یہ بات تو کسی طرح صحیح نہیں کہ وہ تمام خرافات افتراءات جن کو مولانا مدنی مرحوم نے حقائق و واقعات سمجھ کر "الشہاب الثاقب" میں درج کیا ہے ان کا ایک ماخذ نواب صاحب کی تحریریں بھی ہیں۔ یہ قطعاً غلط ہے اور اسے حقیقت پسندی کے دائرے میں رہتے ہوئے ہرگز ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

آئندہ سطور میں شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی رحمۃ اللہ علیہ کے احوال و عقائد کے بارے میں دونوں بزرگوں کی تحریریں اور ان کے تاثرات ایک دوسرے کے بالمقابل قلمبند کیے جا رہے ہیں تاکہ ناظرین باسانی فیصلہ کر سکیں کہ کیا ان تحریروں میں ایک دوسرے کا ماخذ بننے کی کوئی گنجائش بھی ہے؟

حجج الکرامہ فی آثار القیامہ یہ کتاب نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ۱۲۹۱ھ کی تصنیفات میں سے ہے اور فارسی زبان میں ہے۔ آثار قیامت کے موضوع پر انتہائی مبسوط اور عمدہ کتاب ہے، اس کی ایک فصل میں "امام مہدی آخر الزماں" کی شرعی حیثیت اور ان کے حالات پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے اور آخر فصل میں چند "مدعیان مہدیت" کا تذکرہ کیا گیا ہے، اسی سلسلہ میں ضمناً ایک جگہ سید احمد شہید اور شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کا یکجا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ ان حضرات نے کبھی مہدی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ ؎ اور پھر ان کے بارے میں اپنے عمدہ تاثرات کا اظہار یوں کیا ہے

؎ سید احمد شہید کی غیبوبت اور ایک دیوبندی روایت: مولانا سید عبدالحی (م ۱۳۴۱ھ) تحریر کرتے ہیں کہ: ہم سے حافظ ابن احمد بن مولانا محمد قاسم اور مولوی حبیب الرحمن اور شیخ محمود حسن نے بیان کیا

AsliAhleSunnet.com

(نواب صاحب کی تحریر)

"ان دونوں حضرات کے جو حالات ثقہ اہل عرب اور اہل ہند سے معلوم ہوئے ہیں وہ از روئے شرع کسی نکتہ چینی اور شرعی جرح کے محل نہیں ہیں بلکہ ان کی معلوم سیرت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ حضرات علماء و صلحاء اور دیندار عابدوں میں تھے، خدا پرست اور انصاف دوست تھے ......

.... دنیا دار علماء سوء جو بدعات اور آبائی رسوم کے خوگر ہوتے ہیں ان کی مخالفت مقصود کے لیے چنداں مضر نہیں واللہ تعالیٰ اعلم .... البتہ نجدی فوج کے متعلق لوگوں کو کچھ شکایتیں ہیں، معلوم نہیں حقیقت کیا ہے۔ مگر شیخ کے عقائد جو انھوں نے اپنے رسائل میں تحریر فرمائے ہیں، شرک و بدعت کے رد میں ہیں، اور ظاہر شریعت کے مطابق ہیں۔" (ص ۳۹۰)

(اس کے بالمقابل شیخ محمد بن عبدالوہاب کے بارے میں مولانا مدنی رح کے خیالات و تاثرات سنیے مولانا مدنی رح (الشہاب الثاقب) میں تحریر فرماتے ہیں:)

"صاحبو! محمد بن عبدالوہاب ابتدا تیرہویں صدی (؟) میں نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لیے اس نے اہلسنت والجماعت سے قتل و قتال کیا ....

.... ان کو قتل کرنے کو باعث ثواب و رحمت شمار کرتا رہا .... سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کیے ....

.... الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار فاسق شخص تھا۔ (ص ۴۲)

عقائد وہابیہ اور ان اکابر دیوبند کے معتقدات و اعمال میں زمین و آسمان بلکہ اس سے زائد کا فرق ہے"۔ ص ۴۳"

نواب صاحب رح کی یہ کتاب بھی فارسی زبان میں ہے

ہدایۃ السائل الیٰ ادلۃ المسائل:

اور ۱۲۹۱ھ کی تالیف ہے، اس میں ایک سو سے زائد سوالات کا جواب اور مسائل کی تحقیق کی گئی ہے۔ بیالیسواں سوال امام محمد بن عبدالوہاب نجدی کے متعلق ہے کہ یہ عبدالوہاب نجدی، جس کی طرف وہابیہ منسوب ہیں، کون شخص تھا، اس کے عقائد مذہب اہل سنت وجماعت

یہ تینوں ثقہ ہیں، کہ ہم سے مولانا رشید احمد گنگوہی نے بیان کیا، ان سے مولانا مظفر حسن کاندھلوی نے کہا کہ میں نے اپنے شیخ مولانا سید احمد سے دس باتیں سنی ہیں۔ جن میں سے نو کا ظہور ہو چکا ہے۔ ایک جو باقی ہے وہ آپ کی غیبوبت ہے۔" (ارمغان احباب معارف ج ۴۳ ص ۲۷۱ بحوالہ مولانا سندھی کے افکار و خیالات پر ایک نظر ص ۷۷، ۷۸۔ ماخوذ از ہفت روزہ الاعتصام لاہور، ۲۷ جنوری ۱۹۸۴ء)

AsliAhleSunnet.com

کے مطابق تھے یا نہیں؟،،

جواب میں والا جواد نے اولاً ،،وہابیہ،، نسبت پر گرفت کی ہے اور لکھا ہے کہ ،،جن لوگوں نے وہابیہ کو عبد الوہاب کی طرف منسوب کیا ہے، یہ ان کی غلطی ہے۔ کیونکہ صاحب دعوت عبد الوہاب نہیں بلکہ ان کے صاحبزادے (شیخ الاسلام) محمد بن عبد الوہاب تھے، انھوں نے لوگوں کو اتباع سنت کی دعوت دی اور رسوم شرکیہ وکفریہ اور بدعات و محدثات کی بیخ کنی کی۔،، اس کے بعد شیخ کے نام ونسب اور صحیح صحیح تاریخ ولادت (۱۱۱۵ء) وتاریخ وفات (۱۲۰۶ھ) اور سلسلۂ تعلیم و تربیت کو بیان کرکے شیخ کے عقائد نیز بعض دوسرے مسائل مثلاً اہل قبلہ کی تکفیر اور ان کو مباح الدم قرار دینے وغیرہ کے اصول پر روشنی ڈالی ہے۔ شیخ کے احوال وعقائد کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

،،محمد بن عبد الوہاب عالم اور متبع سنت تھے، سنت مطہرہ کی اتباع ان کے نفس پر غالب تھی، ان کے رسائل مشہور ہیں مگر دیار ہند میں ان کی تالیفات عموماً دستیاب نہیں ہیں۔،، (ص ۱۱۴)

آگے لکھتے ہیں:

غرض کہ صاحب نجد شیخ محمد بن عبد الوہاب کا مسلک وہی تھا جو شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد علامہ ابن القیم کا تھا۔[1] شیخ نے زبان و بیان اور شمشیر وسنان کے ذریعہ راہ خدا میں جہاد کیا اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیا، چونکہ اکثر لوگ ہوائے نفسانی میں گرفتار اور بدعات میں مبتلا تھے اس لیے ان پر شیخ کا طریقہ گراں گزرا اور دنیا طلب علماء سو اور جاہل عوام ہاتھ دھو کر ان کے

(اس کے بالمقابل الشہاب الثاقب کے کچھ اور اقتباسات پڑھیے، حضرت مولانا مدنی تحریر فرماتے ہیں:)

،،یہ (احمد رضا خاں بریلوی) مردود بھی مثل اپنے شیخ نجدی کے ان جملہ اکابر دیوبند سے مناکحت مجالس وغیرہ حرام جانتا ہے ان کو ایذا دینی اور عزت ہتک کرنی اور تکالیف نفسی ومالی پہنچانی واجب کہتا ہے، ..... پس درحقیقت یہ پورا پورا متبع اپنے شیخ نجدی کا ہوا اور خود وہ (احمد رضا) اور اس کے اتباع وہابی ہیں۔،، (ص ۴۳)

تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

ایک مجدد بدعت کو قاطع بدعت کا پیرو کہہ قرار دیا جا رہا ہے۔)

---

[1] مولانا نعمانی نے بھی یہی بات کئی جگہ لکھی ہے، ملاحظہ ہوں صفحات ۵۰، ۵۱، ۶۵

AsliAhleSunnet.com

پیچھے پڑ گئے اور ان پر طرح طرح کے افترات اور
جھوٹ اور بہتان باندھے۔ اور ان کو بدنام کرنے کی
کوششیں کیں۔ اور لوگوں کو ان کی باتوں اور ان
کے اقوال وافعال سے دور رہنے کی سخت تاکید کی
اور عوام کے ذہن میں یہ بات پیوست کر دی کہ
محمد بن عبدالوہاب ایک نئے مذہب ومسلک کے پیرو
ہیں، حالانکہ یہ بات حقیقت کے بالکل خلاف تھی۔
شیخ تو مسلکاً حنبلی تھے اور حنابلہ۔ امام احمد بن حنبل
کے متبعین۔ سنت کی اتباع کے سلسلہ میں پوری
امت کے اندر سب سے زیادہ پیش قدم ہیں، کیونکہ
یہی راہ ان کے امام، امام اہلسنت احمد بن حنبل رحمۃ
اللہ علیہ کی بھی تھی۔ ان کا مذہب یہ تھا کہ وہ کتاب و
سنت کے ساتھ تمسک کرتے تھے، اگرچہ حدیث ضعیف
ہو، اور حدیث کے مقابلہ میں وہ آراء رجال کی
تقلید نہیں کرتے تھے، وہ بڑے قوی ہی کیوں نہ ہوں"

(ص ۱۱۵)

شیخ محمد بن عبدالوہاب درحقیقت شیخ الاسلام
ابن تیمیہ اور علامہ ابن القیم کے نقش قدم پر گامزن تھے
انھوں نے خلق خدا کو اتباع سنت کی راہ پر لگایا،
امت کو اتباع کی دعوت دینا فی نفسہ امر محمود ہے
اللہ جس کو اس کی توفیق ارزانی فرمائے اور جسے اس
سعادت عظمیٰ سے نوازدے۔ اور یہ سلسلہ دعوت

مدنی صاحب کے مزید ارشادات پڑھیے:
"وہابیہ دشیخ محمد بن عبدالوہاب کے متبعین،
مسئلہ شفاعت میں ہزاروں تاویلیں اور گھڑنت
کرتے ہیں اور قریب قریب انکار شفاعت کے
بالکل پہنچ جاتے ہیں۔" (ص ۴۷)

نیز "شان نبوت وحضرت رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ و
السلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال
کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مماثل ذات سرور کائنات
خیال کرتے ہیں، اور نہایت تھوڑی فضیلت زمانۂ تبلیغ
کی مانتے ہیں اور اپنی شقاوت قلبی وضعف اعتقادی کی
وجہ سے جانتے ہیں کہ ہم عالم کو ہدایت کر کے وہ بر
لا رہے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ رسول مقبول علیہ السلام
کا کوئی حق اب ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ
ان کی ذات پاک سے بعد وفات ہے۔"

(ص ۴۷)

(مدنی صاحب محبت نبوی کے ثبوت میں مولانا نانوتوی
کے چند اشعار نقل کرنے کے بعد رقمطراز ہیں۔
"کیا یہی حالت وہابیہ خبیثہ کی ہے، کیا یہی کلمات
ان کی گندی زبانوں سے نکلتے ہیں۔ کیا اسی قسم کی لطیف
اور دلآویز تحریرات ان کے ناپاک قلموں سے شائع
ہوتی ہیں۔؟
ہرگز نہیں۔ وہ خبثاء اس قسم کی گفتگو کو معاذاللہ

AsliAhleSunnet.com

شیخ کے لشکریوں سے جو سنت کے خلاف اقوال و افعال سرزد ہوگئے ہوں مثلاً اپنے علاوہ دیگر مسلمانوں کی تکفیر اور مخالفین کو مباح الدم قرار دینے میں تشدد تو وہ بلاشبہ خطا ہے۔ لیکن اگر امیر عسکر نے اس کی اجازت نہ دی ہو اور وہ اس سے واقف اور راضی نہ ہو تو وہ اس کے حق میں باعث مذمت نہیں ہو سکتی۔"

(ص ۱۱۶)

بد دینی و شرک خیال کرتے ہیں۔ ان مضامین کو واہیات و خرافات میں مندرج کرتے ہیں۔"

(ص ۵۱)

نواب صاحب کسی کی تکفیر کرنے اور اس کو خارج از اسلام قرار دینے کے اصول پر بحث کرنے اور اس سلسلہ میں بہت زیادہ احتیاط کی تاکید کرنے کے بعد پھر لکھتے ہیں۔

اگر محمد بن عبدالوہاب کے بعض ساتھیوں کے اس معاملہ میں بد احتیاطی ہوئی ہو تو وہ بہر حال [illegible] ہے لیکن یہ شیخ کا مذہب نہ تھا نہ وہ اس چیز کو پسند کرتے تھے، ان کے عقائد اور ان کے مقالات سب کے سب اہلسنت والجماعت کے موافق ہیں بلکہ ان کو سلف امت اور ائمہ کی اتباع کی بنا پر ان تمام لوگوں پر فضیلت حاصل ہے جو خلف امت اور آراء رجال کے مقلد ہیں، شیخ کی دعوت سے نجد و حجاز اور یمن میں شریعت اسلامیہ کا احیاء اور بہت سے باطل امور کا استیصال ہوا۔ اللہ آپ کی خطا کو معاف فرمائے اور نیکیوں پر بہترین جزا سے نوازے۔"

بہت سے عوام اور دنیا طلب علماء سو جنھیں شیخ کے حالات کی اطلاع نہیں ہے اور محض سنی سنائی

(مولانا مدنی کی تقریر)

فتاویٰ رشیدیہ میں متعدد مقامات میں مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے طائفہ وہابیہ غیر مقلدین کو فاسق تحریر فرمایا ہے اور ان کی اقتداء کو مکروہ کہا کہ سلف صالحین و ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرنے کی وجہ سے فسق عاید ہوتا ہے۔"

(شہاب ثاقب ص ۶۴)

"وہابیہ خبیثہ کثرت صلوٰۃ و سلام و درود بر خیر الانام علیہ السلام اور قرأت دلائل الخیرات و قصیدہ بردہ و قصیدہ ہمزیہ وغیرہ اور اس کے پڑھنے اور اس کے استعمال کرنے و ورد بنانے کو سخت قبیح و مکروہ جانتے ہیں۔"

(ایضاً ص ۶۶)

"ان جہلا وہابیہ کے نزدیک معاذ اللہ زنا اور

AsliAhleSunnet.com

افواہوں پر اعتماد کرکے بلا دلیل آپ کی اور آپ کے متبعین کی تکفیر و تضلیل کرتے ہیں۔ یہ لوگ در حقیقت نفسِ امارہ کے اغوا اور ابلیس کی تضلیل میں گرفتار ہوگئے ہیں۔ اللہم سب کو معاف فرمائے۔"

(شیخ الاسلام) محمد بن عبدالوہاب کے صاحبزادے (شیخ) عبداللہ کا ایک رسالہ ہے جو انھوں نے اسی وقت لکھا تھا جب (۱۲۱۸ھ میں) حرمین شریفین کو امیر محمد ابن سعود نے فتح کیا تھا۔ اور (شیخ) عبداللہ بھی اس کے ہمراہ تھے وہ رسالہ اس بات کا شاہد عدل ہے کہ عبداللہ اور ان کے والد (محمد بن عبدالوہاب) پر لوگوں نے جو الزام و افتراآت لگائے ہیں اور اس بنا پر ان کے خلاف ہنگامے کھڑے کیے ہوئے ہیں۔ یہ حضرات ان سے بالکل بری ہیں۔ ان کا طرز فکر و عمل وہی ہے جو محدثین اور سلف صالحین کا ہے پس باوجود اس کے یہ حضرات ان عقائد فاسدہ سے (جو ان کی طرف غلط طور پر منسوب کیے جاتے ہیں) انکار کرتے ہیں، انھیں اسلام کی راہ اور سلف کی راہ کی مخالفت کرنے اور دین جدید اور مذہب ناسدید ایجاد کرنے والا قرار دینا اور عرب و عجم کے ہر متبع سنت کو ان کا پیرو (مقلد) اور ان کے مسلک کی ترویج کرنے والا سمجھنا اور ان کا نام وہابی رکھنا انصاف پر ظلم اور حق کا خون بہانا ہے اور بہتان تراشی و دروغ گوئی کا گناہ سمیٹنا ہے نعوذ باللہ

سرقہ کرنے والا اس قدر ملامت نہیں کیا جاتا، اور وہ اعلیٰ درجے کے فجار و فساق سے وہ نفرت نہیں کرتے جو تمباکو کے استعمال کرنے والے سے کرتے ہیں۔"

(الشہاب ۶۲)

مولانا مدنی نے شیخ الاسلام کے متبعین کو بار بار "وہابیہ خبیثہ" کے لقب سے یاد کیا ہے مثلاً ص ۶۵ پر ایک جگہ لکھتے ہیں:

"مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے متبعین کا عقیدہ بہ نسبت حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے، وہ نہیں جو وہابیہ خبیثہ رکھتے ہیں۔"

(نیز ملاحظہ ہو ص ۵۱، ۶۵، ۶۶)

وہابیوں کے فقہی مسلک کا ذکر کرتے ہوئے مولانا مدنی لکھتے ہیں:

"وہابیہ کسی خاص امام کی تقلید کو شرک فی الرسالۃ جانتے ہیں اور ائمہ اربعہ اور ان کے مقلدین کی شان میں الفاظ واہیہ خبیثہ استعمال کرتے ہیں، اور اس کی وجہ سے مسائل میں وہ گروہ اہلسنت والجماعت کے مخالف ہوگئے۔ چنانچہ غیر مقلدین ہند اسی طائفہ شنیعہ کے پیرو ہیں۔۔۔۔"

۔۔۔۔ ان کا (وہابیہ نجد عرب کا) اکابر امت کی شان میں الفاظ گستاخانہ بے ادبانہ استعمال کرنا

AsliAhleSunnet.com

من جمیع ما کرہ اللہ۔ سچ فرمایا اللہ پاک نے

وکذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ ولما یاتھم تاویلہ،

پھر نواب صاحب یہ جتانے کے بعد کہ ہم شیخ محمد بن عبدالوہاب یا ان جیسے کسی عالم بلکہ متقدمین علماء امت میں سے بھی کسی کے مقلد نہیں ہیں، بلکہ ہمارا شیوہ کتاب وسنت کی پیروی ہے۔ آگے لکھتے ہیں۔

"غایت الامر یہ کہ وہ (شیخ محمد بن عبدالوہاب) مرد صالح اور عالم متبع (کتاب وسنت کی پیروی کرنے والے) تھے۔ ان کے احوال کا صحیح علم رکھنے والے ان کے ساتھ غائبانہ محبت رکھتے ہیں۔ کیونکہ حدیث میں ہے "الحب للہ والبغض للہ" لیکن یہ بات نہیں کہ حق کو شیخ کے اندر منحصر اور ان کی تقلید کو واجب سمجھتے ہوں اور ان کے علاوہ لوگوں کو گمراہ اور کافر قرار دیتے ہوں۔"

(ص ۱۱۸، ۱۱۹)

معمول بہ ہے۔"

(ص ۶۲، ۶۳)

شہاب ثاقب سے ایک اقتباس اور ملاحظہ فرمائیے مولانا مدنی نے اکابرین دیوبند اور وہابیوں میں آٹھویں وجہ اختلاف یوں بیان کی ہے:

"خود احقر نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ بعد چالیس روز کے جالی شریف میں اندرون حجرہ مطہرہ اہل مدینہ بچوں کو داخل کرتے ہیں اور خادم روضہ مطہرہ ان کو بیٹھا کر سامنے روضہ اقدس کے قبلہ کی طرف لٹا دیتا ہے۔ اور دعا مانگتا ہے، یہ فعل کیا ہے؟ تو آپ نے استحسان فرمایا اور پسند کیا۔ ذرا غور کرنے کی بات ہے کہ کیا وہابیہ خبیثہ ان افعال کو جائز کہتے ہیں، کیا ان کو وہ شرک وکفر وبدعت وغیرہ نہیں سمجھتے؟ اسی وجہ سے ہم نے اپنے بچوں کو بارہا حجرہ مطہرہ نبویہ میں داخل کیا ہے"

(ص ۵۳، ۵۴، ۵۵)

نجد سے متعلق ایک حدیث کی غلط تاویل کرکے یاروں نے نجد اور اہل نجد کی مذمت ومنقصت کا پہلو نکال لیا تھا، اور شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کو اس کا مصداق ٹھہراتے اور آپ کو مطعون کرتے تھے۔ نواب صاحب ایسے بزعم خود غلط لوگوں کی تردید کرنے اور اس سلسلہ میں متعدد روایات نقل کرکے ان کا صحیح معنی ومصداق بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

"ان تمام روایات سے معلوم ہوا کہ حدیث نجد کا مصداق وہ ہے جو فتنے پیدا کرے نہ کہ جو سنتوں کو زندہ کرے۔ اس لیے حدیث نجد کو ابن عبدالوہاب نجدی پر چسپاں کرنا

AsliAhleSunnet.com

غلط ہے۔ اور موصوف کا حسن کردار و صدق گفتار اس سے مانع ہے۔ کیونکہ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت محمد رسول اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے کی دعوت تھی، نہ کہ اس کے خلاف چلنے کی۔ ان کا طریقہ سلف صالحین کے طریقے کے مطابق تھا، نہ کہ اہل بدعت کے جیسا کہ ان کے احوال کی صحیح خبر و واقفیت رکھنے والوں کو معلوم ہے۔ پس وہ ہرگز اس حدیث نجد کا مصداق نہیں ہو سکتے۔" (ص ۱۴۴)

یہ نواب والاجاہ کی بہت مشہور کتاب ہے۔ پورا نام ہے "اتحاف النبلاء المتقین

اتحاف النبلاء: باحیاء مآثر الفقہاء المحدثین"۔ یہ بھی فارسی زبان میں ہے اور موضوع نام سے ظاہر ہے۔ یہ مذکورہ بالا کتابوں سے پہلے یعنی ۱۲۸۶ھ کی تالیف ہے۔ اس میں بھی شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کا اچھے انداز میں تذکرہ موجود ہے۔ مولانا مسعود عالم ندوی مرحوم نے بھی لکھا ہے کہ "اتحاف النبلاء میں ان کا بیان ایک حد تک اچھا اور حقیقت سے قریب تر ہے"۔ لائق عبرت بات یہ ہے کہ اتحاف النبلاء میں شیخ کا یہ تذکرہ اس وقت بھی محترم مولانا نعمانی کے پیش نظر تھا جب وہ اپنی کتاب "شیخ محمد بن عبدالوہاب کے خلاف پروپیگنڈہ" کی تالیف کر رہے تھے، کیونکہ اتحاف النبلاء کے ان ہی صفحات سے جن میں شیخ محمد بن عبدالوہاب کا تذکرہ ہے۔ مولانا نے اپنی مذکورہ کتاب میں اقتباسات نقل کیے ہیں۔ اگر ہم اسے تلبیس نہ کہیں تو مولانا نعمانی ہی بتائیں کہ وہ کون سا معیار انصاف ہے جس کی بنا پر موصوف نے "حقیقت سے قریب تر" اس تذکرہ کا کوئی تذکرہ نہیں کیا بلکہ تصویر کا یہ روشن رخ پیش کرنے سے ہر جگہ پرہیز کیا۔

بہر حال نواب والاجاہ نے شیخ کا تذکرہ علامہ شوکانیؒ کے ایک فاضل شاگرد شیخ محمد بن ناصر حازمی متوفی ۱۲۸۳ھ کی ایک کتاب سے اخذ کر کے لکھا ہے۔ خود نواب صاحب لکھتے ہیں:

"سید داؤد بن سلیمان بغدادی (م ۱۲۹۹ھ) نے شیخ محمد بن عبدالوہاب کے رد میں ایک رسالہ "صلح الاخوان" کے نام سے لکھا تھا، اس کے جواب میں شیخ محمد بن ناصر حازمی نے بطور محاکمہ ایک رسالہ لکھا جس کا نام ہے "فتح المنان فی ترجیح الراجح و تزئیف الزائف من صلح الاخوان"۔ شیخ کے حالات جو یہاں درج کیے جا رہے ہیں اسی سے ماخوذ ہیں۔"

پھر نواب صاحب نے اس کتاب کا ایک طویل اقتباس نقل کیا ہے جس میں مصنف شیخ حازمی نے

AsliAhleSunnet.com

اولاً شیخ کی مختصر سوانح حیات کا اچھے انداز میں تذکرہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب عالم متبع تھے۔ اتباع (کتاب و سنت) ان پر غالب تھی، ان کی دعوت سے حجاز اور یمن میں بڑی حد تک شریعت کا احیاء اور بہت سے باطل کا استیصال ہوا۔ اور رسالہ صلح الاخوان کے بارے میں یہ رائے ظاہر کی ہے کہ تکفیر اور قتال کے متعلق سید داؤد نے شیخ کے خلاف جو کچھ لکھا ہے، وہ صحیح اور درست ہے۔ البتہ شیخین۔ ابن تیمیہ اور ابن قیم ۔۔ کے سلسلہ میں سید داؤد کے خیال کی پوری تردید کی ہے اور بتایا ہے کہ یہ دونوں بزرگ جلیل القدر امام، عالم باعمل، صاحب تقویٰ اور بے لوث ثقہ اور صاحب علم و انصاف تھے۔ انھوں نے دین کی راہ میں مشقتیں برداشت کیں اور اپنا فرض ادا کیا۔ نواب صاحب اس اقتباس کو نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

"بہت سے اہل علم شیخ محمد بن عبدالوہاب کے حالات سے ناواقف ہونے کی وجہ سے یا تعصب و نفسانیت کی بنا پر ان کی تکفیر و تضلیل کرتے ہیں۔ حالانکہ قرآن و حدیث سے ان کے پاس شیخ کی تکفیر و تضلیل کی کوئی دلیل نہیں ہے۔" (ص ۴۱۳)

اس کے بعد نواب صاحب نے ابن عابدین شامی کے بعض الزامات کا ذکر کیا ہے اور اس کی تردید کے لیے شیخ الاسلام کے صاحبزادے شیخ عبداللہ کے ایک رسالہ کا خلاصہ نقل کیا ہے۔ یہ رسالہ بقول مولانا نعمانی شیخ کی دعوت اور مسلک کی وضاحت اور بہتانوں کی تردید میں بہت اہم اور جامع اور واضح رسالہ ہے یہ رسالہ شیخ عبداللہ نے اس وقت لکھا تھا جب ۱۲۱۸ھ میں اس وقت کی سعودی حکومت کا پہلی دفعہ حرمین پر اقتدار قائم ہوا تھا۔ رسالہ میں اس وقت کی پوری روداد بھی ہے اور اپنی دعوت و مسلک کی وضاحت بھی، اور جیسا کہ بیان کیا گیا، بہتانوں کی تردید بھی۔

رسالہ مذکور کا خلاصہ پیش کرنے کے بعد نواب صاحب شیخ محمد بن عبدالوہاب کے بارے میں ابن عابدین شامی صاحب رد المحتار حاشیہ در مختار کے خیال کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس سے ابن عابدین شامی کی شیخ الاسلام کے بارے میں اس رائے کا مردود ہونا ثابت ہو گیا کہ شیخ الاسلام اپنے (اور اپنی جماعت کے) علاوہ سب کو مشرک گردانتے ہیں اور اسلام کو اپنے طریقہ کے اندر منحصر سمجھتے ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ شیخ الاسلام کا عقیدہ تمام تر اہل سنت و جماعت کے موافق ہے، اور ان کی

AsliAhleSunnet.com

طرف جو بہت سی نامعقول باتوں اور باطل عقائد کی نسبت کی جاتی ہے وہ سب بالکل جھوٹ اور شیخ پر افترا ہے۔ یہ بہتان تراشیاں اور دروغ گوئیاں شیخ کی زندگی میں بھی ان کے متعلق کی جاتی رہیں اور وہ ان کا انکار اور ان سے برأت کا اظہار کرتے رہے۔ الغرض شیخ محمد بن عبدالوہاب کو کسی ناپسندیدہ مذہب اور نئے دین کا ایجاد کرنے والا قرار دینا اور پھر شرک و بدعت کے ہر مخالف کو ان کا پیرو اور متعلق سمجھنا، راہِ انصاف سے دور ہے۔

(ص ۲۱۶)

یہ ۱۲۹۸ھ کی تصنیف ہے اور نواب صاحب کی انتہائی مشہور و مقبول کتابوں

التاج المکلل میں ہے۔ اس میں شیخ محمد بن عبدالوہاب کے تذکرہ میں جو کچھ لکھا گیا ہے۔ وہ سب قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "البدر الطالع" سے ماخوذ ہے اور قاضی شوکانی، محترم مولانا نعمانی مدظلہ کے لفظوں میں شیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوتِ اخلاص توحید و اتباع شریعت اور اس راستہ میں ان کی جد و جہد اور اس کے مبارک اثرات و نتائج کے معترف اور بڑے قدرداں ہیں"۔ چنانچہ انھوں نے "البدر الطالع" میں شیخ الاسلام کا عمدہ الفاظ میں تذکرہ کیا ہے۔ اور ان شاندار القاب کے ساتھ ملقب فرمایا ہے:

"الشیخ العلامہ محمد بن عبدالوہاب الداعی الی التوحید المنکر علی المعتقدین فی الاموات"

البتہ شیخ کے مسلک کے بارے میں بعض امور کی بابت قاضی شوکانی کو صحیح معلومات و اطلاعات نہیں مل سکی تھیں جس کے وہ خود بھی شاکی ہیں۔ جیسے تکفیر و قتال کا مسئلہ، اسی لیے انھوں نے ان امور کا تذکرہ شک کے ساتھ کیا ہے۔ نیز اہل نجد کے خارجی ہونے کے الزام کی نفی و تردید بھی کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"بعض لوگوں کا خیال ہے کہ صاحب نجد (امیر عبدالعزیز بن محمد بن سعود) خارجیوں کے عقائد رکھتے ہیں، مگر میں اس کو صحیح نہیں سمجھتا، کیونکہ یہ لوگ محمد بن عبدالوہاب کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کرتے ہیں اور وہ حنبلی المذہب تھے، مدینہ منورہ کے شیوخ سے حدیث کا علم حاصل کیا اور نجد واپس آکر بعض متاخرین حنبلی علماء جیسے ابن تیمیہؒ و ابن قیمؒ وغیرہ کے اجتہادات کے مطابق سرگرم عمل ہو گئے اور یہ حضرات بدعتیوں کے خلاف سخت ترین لوگوں میں تھے" (التاج المکلل ص ۳۳۳)

نواب صاحب نے قاضی شوکانی کے تمام بیانات کو تصدیق کی شکل میں نقل فرمایا ہے۔ پھر یہ بات ہماری فہم سے بالاتر ہے کہ محترم نعمانی صاحب نے کس اصول کی بنا پر قاضی شوکانی کو شیخ محمد بن عبدالوہاب کا قدرداں بتایا ہے اور نواب صاحب کو مذمت کنندہ اور مخالف؟

AsliAhleSunnet.com

(ماخوذ از انگریزی روزنامہ "ٹائمس آف انڈیا" شمارہ ۲۱؍ مورخہ ۲۱ مئی ۸۴ء بروز پیر)

گذشتہ سال آسام میں نیلی کے بعد ...

... اب مہاراشٹر میں بھیونڈی

۲؍جون ۱۹۸۴ء

جناب محترم ایڈیٹر محدث، دارالنبی ا   السلام علیکم ورحمۃ اللہ

ٹائمس آف انڈیا مورخہ ۲۱ مئی کے صفحہ اول پر جو بھیونڈی کے حالیہ فسادات سے متعلق مضمون چھپا تھا اس کا اردو ترجمہ آپ کی خدمت میں پیش ہے۔ اگر مناسب سمجھتے ہوں تو اسے محدث میں چھاپ دیں تاکہ قارئین کو کچھ معلومات حاصل ہو۔ ہمارے اردو اخباروں کا تو رویہ بہت نامعقول رہا۔ بیچاروں میں اتنی بھی ہمت نہیں کہ واقعہ جوں کا توں چھاپتے۔ یہ تو ٹائمس جیسے جن سنگھی اخبار نے چھاپا ہے۔ جس سے بربریت اور مظالم کا معمولی سا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

الحمدللہ ہمارے علاقے میں کسی حد تک امن رہا، مگر اب بھی یہاں کے ماحول میں سکون نہیں ہے۔ اللہ مدد کرے۔   احقر   عبدالواحد

بیشک بھیونڈی اس سے کہیں زیادہ بربریت کا نمونہ بن گئی ہے، گو کہ مرنے والوں کی تعداد اس سے کم ہے، تقسیم ہند کے نقصان کے بعد آزاد ہندوستان کی تاریخ میں اس طرح کے کسی واقعہ کا مشاہدہ نہیں کیا گیا ہے اس جرم کے پس پردہ جو نفسیات ہے وہ اتنی خطرناک ہے جسے بیان کرنے سے الفاظ بھی قاصر ہیں، یہ کہنا کہ

AsliAhleSunnet.com

بمبئی کے اس صنعتی مضافات میں فرقہ وارانہ فسادات ایک روایت بن چکی ہے ۔ موجودہ صورتحال سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں ۔ جس سے تاند ہندوستانی ساتھیوں کو زندہ بھون ڈالنا صرف ایک اور فرقہ وارانہ تصادم نہیں ہے ، بلکہ یہ تو زمین پر جہنّم بپا کرنا ہے ۔ جبکہ بربریت ایک حقیقت ہے ۔ یہ یقین کرنا ناممکنات میں سے ہے کہ اس طرح کا واقعہ کسی مہذب سوسائٹی میں واقع ہو ۔ اسے تو صرف ایک خوفناک خواب سے تعبیر کیا جاسکتا ہے لیکن ہم نے تو اس سے کہیں زیادہ خوفناک بربریت کا ثبوت دیا ہے ۔ یعنی بھیونڈی کے اس المناک سانحہ کی نظر اندازی کی ہولناکی ۔

اگر ہماری اخلاقی حسیات ۔ جیسا کہ ظاہر ہو رہی ہے ۔ اتنی بے حس نہ ہوتیں تو پیشتر کی دو پہر میں دو باتیں ضرور ہوتیں ۔ جبکہ بھیونڈی کے ایک سرے پر واقع اس بھیانک جرم کی بات ہر طرف عام ہو چکی تھی اول یہ کہ ان جزوں نے کم از کم بمبئی شہر اور اس کے مضافات ہی ہیں ، رنج والم اور غصہ کی لہریں دوڑا دی ہوتیں کہ جن سے بدترین فرقہ پرستوں اور گروہ پرستوں نے بھی (جو باہم مل جل کر کام کرتے ہوں ۔) اپنے مارنے اور جلانے کے منصوبوں کو ترک کر دیا ہوتا ، مگر ایسی کوئی بات نہیں ہو سکی اس کے برعکس ، بمبئی میں پیشتر کی رات میں حالات بد سے بدتر ہو گئے ، یہاں تک کہ ایک موقع پر یہ ظاہر ہونے لگا کہ پولیس حالات کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور حکومت کو فوج طلب کرنی ہوگی ۔ دوم یہ کہ وزیر اعلیٰ نے اس سانحہ کی ذمہ داری قبول کر لی ہوتی اور اپنی اور اپنی کابینہ کی جانب سے استعفا پیش کیا ہوتا ، اس کے برعکس وہ چیندار دو اخباروں کی تنقید میں مصروف رہے جنھوں نے فرقہ وارانہ جذبات کو مشتعل کرنے میں حصہ لیا تھا ۔ ان کی اس تنقید کو منصفانہ کہا جا سکتا ہے لیکن یہ بات یہاں بے محل ہے اور اسے حکومت کی اس ناکامی کی پردہ پوشی کے لیے اختراع کیا گیا ہے ۔

ہم نے ماضی میں وسنت دادا پاٹل کی حمایت کی ہے ۔ یہ سمجھتے ہوئے کہ موجودہ برسر اقتدار کانگریس پارٹی کے حالات میں وہ صوبہ کے لیے بہترین شرطیہ امیدوار ہیں لیکن موجودہ صورتحال میں بھیمڑی اور اطراف وجوانب میں بربریت کی وجہ سے انھیں اپنا فرض سمجھتے ہوئے گورنر کو اپنے کاغذات پیش کرنا چاہیے تھے ۔ شاید انھیں یہ سوجھا تک نہیں کہ انھیں ایسا کرنا چاہیے ۔ یہ دوسری نشانی ہے اس سفر کی جو ہم آزادی کے بعد سے ابتک غلط سمت میں طے کر چکے ہیں ۔ یہ اخلاقی حسیات کی بے حسی کی دوسری علامت ہے ۔ ایک لحاظ سے یہ اتنی ہی بھیانک ہے جتنی کہ بھیونڈی میں ہمارے ساتھی شہریوں کو زندہ بھون ڈالنا ۔

AsliAhleSunnet.com

یہ کہا جا سکتا ہے کہ مسٹر پاٹل کا اقدام کسی فائدہ مند مقصد کو حاصل نہ کرتا۔ مگر یہ ایک مضحکہ خیز بات ہے۔ اول تو ان کا یہ اقدام بذاتِ خود معنی خیز ہوتا اور ثابت کرتا کہ ابتک اس ملک میں ایسے سیاستداں موجود ہیں جو ایسی باتوں کی اخلاقی ذمہ داری تسلیم کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ان کا یہ اقدام نفرت کی فضا کو منہدم کرنے میں مددگار ثابت ہوتا اور دوسروں کے ضمیر کو بیدار کرتا۔ جناب لال بہادر شاستری کو لوگ اب تک یاد کرتے ہیں جبکہ ۱۹۵۰ء میں ریل کے ایک حادثہ کے بعد وہ ریلوے کی وزارت سے مستعفی ہوئے تھے جیسا کہ ان حالات سے واضح ہوا پاٹل کو نمایاں طور پر ذمہ دار بتلایا جا سکتا ہے۔ انھوں نے ابتدا اس بات سے کی کہ انھوں نے بھیونڈی میں شیوجینتی کے جلوس کی اجازت دی اور اس طرح چودہ سالہ عمل پیرا پالیسی کو پلٹ دیا اور پھر ان کی انتظامیہ نے "اردو، مراٹھی پریس کے مابین ہونے والے گرماگرم تنازعہ کو نظر انداز کیا۔ یعنی شیوسینا کے لیڈر بال ٹھاکرے کے مبینہ مسلم دشمن بیانات اور اس کے نتیجہ میں جو تناؤ پیدا ہوا۔ چنانچہ جو کچھ ہوا اس کی ذمہ داری سے وہ سبکدوش نہیں ہو سکتے۔

مزید خرابی:

لیکن پاٹل صاحب کا رویہ وسیع تر خرابی کی نشاندہی کرتا ہے۔ مہاراشٹر میں سیاسی زندگی ہندوستان کے دیگر بیشتر حصوں کی طرح حالیہ سالوں میں جدید سے جدید تر گہرائیوں کو چھو رہی ہے۔ ذہن میں دو مثالیں آتی ہیں۔ ایک نیرو کا موسیقی کھیلنا جب کہ روم جل رہا تھا اور دوسرا مغلیہ سلطنت کا آخری دور جبکہ شہزادے، شہزادیاں اور درباری رقص و سرود کی محفلوں میں محو تھے حالانکہ برطانیہ آگے بڑھ چکا تھا اور اپنی حکومت کے قدم مضبوطی سے جما چکا تھا۔ اب برطانیہ کی جگہ ہمارے ہاں لا حکومت کی طاقتیں پیش پیش ہیں اور برسر اقتدار طاقتوں کا رویہ بعینہٖ وہی ہے۔ چنانچہ جب بمبئی اور مضافات کے علاقے آگ کے شعلوں میں بھڑکنے کے لیے تیار تھے تو ریاستی کانگریسی تمام پورے طور سے اپنے آپسی جماعتی تنازعوں میں مشغول تھے اور بیشک لوٹ مار میں جو آج کل حکومت کا شیوہ بن چکا ہے۔ اس پر تو صرف ایک معصوم ہی متعجب ہوگا۔ اس بات سے کہ انتظامیہ نظم و نسق کو لاحق خطرات کے اندازہ سے کتنا غافل رہی۔ اس وقت بھی جبکہ یہ بمبئی میں منسوب کردہ ایک کانگریسی کارکن سے بال ٹھاکرے کی توہین کے باعث بمبئی کے مختلف

AsliAhleSunnet.com

مقامات بدھ اور جمعرات مسلسل دو دن بند رہے۔ اس سے قبل کہ جمعہ کو فسادات پھوٹ پڑے۔ بےشک مہاراشٹر میں انتظامیہ کی بابت بولنا بے محل ہے۔ چند سال پیشتر اس طرح کی کوئی چیز کا وجود نہ تھا جو کہ بھونڈے کے سیاسی رہنماؤں کی عملی کارکردگی کے نتیجہ سے پیدا ہوا تھا۔

ایسی صورتحال میں یہ انتہائی فطری بات ہے کہ ایک عام شہری جو اپنی جائداد اور زندگی کے خطرات سے دوچار ہے۔ اپنی مدد کے لیے اندرا گاندھی اور فوج کی طرف نظر اٹھائے۔ ہم بذات خود اللہ عاؤں اور التجاؤں کے سیلاب سے دوچار ہیں کہ فوری طور پر اندرا گاندھی کو بمبئی آنے پر آمادہ کریں اور مصیبت زدہ علاقوں میں فوج کو متعین کرایا جائے۔ مہاراشٹر کی پولیس کا رویہ بے انتہا مایوس کن رہا۔ ہم ایسی اطلاعات کو اہمیت نہیں دیتے ہیں کہ بعض علاقوں میں پولیس نے لیڈروں کا ساتھ دیا۔ وہ مستقل طور پر غیر متاثرہ علاقوں سے آتے ہیں۔ لیکن ان میں جوش و خروش کے فقدان نے اتنا متاثر کیا کہ اسے زائل نہیں کیا جا سکتا، شاید جمعہ کے دن کسی بدمعاش کے ہاتھوں ذاتی پرخاش کی بنا پر پولیس کے سب انسپکٹر اور ہیڈ کانسٹیبل کا مارا جانا کسی حد تک اس کی وجہ بتلائی جا سکتی ہے۔ مگر اسے اگر صحیح تصور کیا جائے تو بھی ہمارے ملک کی سلامتی کا دار و مدار بمبئی کے جلد از جلد معمول پر آنے میں ہے جو کہ پوری قوم کے لیے گویا ایک صنعتی اور تجارتی دل ہے۔ یہ مرکزی شہر مسلسل تین طویل دنوں تک چٹانی ساحل سے ٹکراتا رہا۔ ہم اسے تباہی کی عمیق گہرائیوں میں ڈوبتا نہیں دیکھ سکتے ہیں۔ ایسے المیہ کو ہر قیمت پر بچانا چاہیے چاہے فوج کا زبردست استعمال ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ حکومت کے موثر ہونے میں لوگوں کے یقین کو کافی نقصان پہنچ چکا ہے۔ اب مزید وقت ضائع کرنے کے لیے نہیں ہے۔

ضرورت مدرسین

مدرسہ سلفیہ مولانگر کے لیے دو عالموں کی ضرورت ہے جو مسلکاً اہلحدیث ہوں، ان کے ذمے امامت و خطابت کے علاوہ مدرسہ میں بچوں کی ابتدائی تعلیم کا کام ہوگا۔

حق المحنت فی الوقت قیام و طعام کے علاوہ مبلغ تین سو روپیے ماہوار دیئے جائیں گے۔ ان کی استطاعت اور اہلیت کے مطابق بعد ازاں اضافہ کیا جائے گا۔ پتہ ذیل پر خط و کتابت کریں۔

محمد مقصود عالم ۔ مدرسہ سلفیہ ۔ مولانگر، پوسٹ جگناتھ پور ضلع سنگھ بھوم بہار

AsliAhleSunnet.com

جماعت وجامعہ

صوبائی جمعیۃ اہلحدیث بمبئی کی ریلیف خدمات

بھیونڈی تھانہ وانگلے اسٹیٹ اور گونڈی کے مسلم کش فسادات میں ریلیف اور فساد زدگان کی امداد کے لیے سب سے پہلے جس جماعت نے لبیک کہا وہ صوبائی جمعیۃ اہلحدیث بمبئی ہے۔ صوبائی جمعیۃ کے امیر جناب مولانا عبدالحق صاحب نے فوراً جماعت کے ذمہ داران واہل خیر سے رابطہ قائم کیا اور عوامی اپیلیں بھی کیں جن کا خاطر خواہ اثر ہوا اور عوام وخواص نے دل کھول کر مظلومین کی امداد و ریلیف میں حصہ لیا۔ جمعیۃ کے امیر باقاعدہ ایک وفد کی شکل میں متعدد بار بھیونڈی تھانہ اور گونڈی وغیرہ تشریف لائے اور وہاں کی مقامی جمعیتوں کے توسط سے مصیبت زدگان میں سے تقریباً چار سو خاندانوں کے لیے برتن کپڑے، راشن، دوا اور مکان وغیرہ کا بندوبست کیا، بہت سے لوگوں کو سلائی مشینیں دی گئیں۔ چھوٹے کاروبار والوں کو کام شروع کرنے کے لیے نقد رقم دی گئی۔ جو لوگ تھانہ وانگلے اسٹیٹ وغیرہ سے بھاگ کر کرلا آگئے تھے۔ ان کے لیے کھانے کپڑے اور کیمپ کا انتظام کیا گیا، جو لوگ اپنے ملک جانا چاہتے تھے ان کو ڈھارس بندھا کر واپس ٹھکانوں پر بھیجا گیا اور جو جانے پر مجبور تھے، ان کے لیے کرایہ کا انتظام کیا گیا، بھیونڈی تھانہ وانگلے اسٹیٹ اور گونڈی کے تباہ شدہ خاندانوں کو دو سو اور تین سو روپئے فی خاندان کے حساب سے ضروری اخراجات کے لیے نقد رقم دی گئی۔

اس طرح صوبائی جمعیۃ اہلحدیث بمبئی اب تک ریلیف پر ایک لاکھ بیس ہزار روپیے سے زائد رقم خرچ کر چکی ہے، دیگر سامان کپڑے، راشن وجنس وعمارت کا سامان وغیرہ بھی کئی ٹرکوں میں ریلیف کیمپوں میں پہنچایا گیا۔

جمعیۃ اہل حدیث بمبئی قابل مبارکباد ہے جس نے مظلومین کی امداد کے لیے سب سے پہلے لبیک کہا اور ضرورت مندوں کی ضروریات کی چیزیں مہیا کیں اور وہ حضرات بھی مبارکباد کے مستحق ہیں جنھوں نے جمعیۃ کے ریلیف فنڈ میں دل کھول کر حصہ لیا، جمعیۃ پر اعتماد کیا اور اسلامی فرض اور انسانی ہمدردی

AsliAhleSunnet.com

کے جذبہ کے تحت مظلومین کی امداد و غم گساری کی۔ ہم جمعیۃ کے امیر کو بھی مبارکباد پیش کرتے ہیں کہ انھوں نے رات دن ایک کرکے انتھک جدو جہد سے ریلیف اکٹھا کی اور اپنی نگرانی میں مصیبت زدگان کو پہنچائی۔

آخر میں جمعیۃ اہل حدیث کے ان پروگراموں پر بھی ہم جمعیۃ کو مبارکباد پیش کرتے ہیں کہ وہ بے گھر لوگوں کو بسانے کیلئے پختہ مکانات تعمیر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اور ساتھ ہی ڈسپنسری و ہسپتال بنانے کا ارادہ رکھتی ہے، نیز جو بچے اس موقع پر یتیم ہوئے اور عورتیں بیوہ ہوئیں ان کے لیے ماہانہ وظائف کا بھی جمعیۃ اہلحدیث انتظام کر رہی ہے۔ جو بہت ہی خوش آئند اور مفید پروگرام ہیں، امید ہے کہ ملت کے بہی خواہ ان پروگراموں میں بھی اپنا پورا تعاون دیتے رہیں گے، اس طرف اہل خیر حضرات کی خاص توجہ کی ضرورت ہے۔

عبدالنور راغب سلفی

ناظم نشر و اشاعت صوبائی جمعیۃ اہل حدیث بمبئی۔

مولانا احسان اللہ صاحب کو صدمہ عظیم

صوبائی جمعیۃ اہلحدیث بمبئی کے خازن اور جمعیۃ اہلحدیث کرلا کے صدر اور مالک سلیم نعیم اینڈ کمپنی جناب مولانا احسان اللہ صاحب کی والدہ (متوطن بونڈھیار گونڈہ) کا اچانک ۵ ؍ جولائی ۱۹۸۴ء کو دس بجے شب میں انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ صوم و صلوٰۃ کی پابند اور علماء کرام کی بہت زیادہ خدمت گزار تھیں، مدرسہ سراج العلوم بونڈھیار کے طلبہ سے بڑی شفقت و محبت رکھتی تھیں۔ صوبائی جمعیۃ اہلحدیث بمبئی مولانا کے اس غم میں برابر کی شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ناظرین اور احباب جماعت سے دعائے مغفرت اور نماز جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

محمد امین ریاضی ناظم صوبائی جمعیۃ اہلحدیث بمبئی۔

آہ ایک شمع فروزاں بجھ گئی!

یہ دلخراش خبر کہ حاجی محمد داؤد شوپیانی مورخہ ۴ ؍ جولائی ۱۹۸۴ء رات کے ۳ ؍ بجے اپنے

AsliAhleSunnet.com

خالقِ حقیقی سے جاملے، یہ سن کران کا کوئی بھی شناسا آنسو بہائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مرحوم لگ بھگ گزشتہ پچاس سال تک وادی کے اس خوبصورت پہاڑی قصبے کی دینی اور تعلیمی فضا پر کچھ اس طرح چھائے رہے کہ آج یہاں ان کی غیر موجودگی تمام مسلمانوں کو عموماً اور جماعت اہلحدیث کو خصوصاً ایک ناقابلِ تلافی نقصان کا احساس دلا رہی ہے۔ وہ اگرچہ ایک کامیاب تاجر تھے لیکن ان کی شکل و صورت، اخلاق و شمائل اور ذوق و شوق کو دیکھ کر کوئی بھی یہ باور نہیں کر سکتا تھا کہ وہ ایک تاجر ہوں گے۔ سڈول جسم، خوش پوش اور وجیہہ، سر پر سفید عمامہ، سیاہ شیروانی زیبِ تن، سفید پاجامہ ٹخنوں کے اوپر، ریشِ دراز اور نورانی شکل ہر ملنے والے کو اس کے مناسبِ حال کوئی قرآنی آیت یا حدیث شریف سنا کر نصیحت کرنا، نیک کام کی ترغیب دینا اور ناجائز حرکات سے بچنے کی تاکید کرنا، مرحوم کا وظیفہ حیات تھا۔ جامع اہلحدیث میں ہمیشہ جمعہ کو صفِ اول کے وسط میں حاضر ہونا، مسجد کے انتظام میں فعال کردار ادا کرنا اور افرادِ جماعت کو دینی امور کی طرف متوجہ کرنا آپ کا خاص مشغلہ تھا۔

علمائے ربانی سے لگاؤ آپ کی شخصیت کا ایک نمایاں پہلو تھا، خوش قسمتی سے آپ مولانا سید حسین شاہ صاحب مولانا محمد انور صاحب اور مولانا عبد الغنی صاحب تینوں کے مصاحب رہے ہیں۔ علم دوستی کا یہ حال تھا کہ ہندوستان کی دوسری ریاستوں سے جو بھی اہلحدیث عالم کشمیر تشریف لاتا وہ ضرور شوپیان آکر آپ کے یہاں ٹھہرتا تھا۔ علماء اور طالب علموں کی خدمت گزاری مسجدوں کی تعمیر و ترقی کے علاوہ آپ بچوں کی دینی تعلیم و تربیت میں بہت زیادہ دلچسپی رکھتے تھے چنانچہ یہ آپ ہی کی جانفشانی اور ایثار کا نتیجہ ہے کہ قصبے میں ایسی درس گاہ قائم ہوئی جس میں اول جماعت سے لے کر آٹھویں جماعت تک چھ سو (۶۰۰) سے زائد طلبہ اور طالبات مروجہ تعلیم کے علاوہ دینی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں۔

جماعت اہلحدیث کو اس غم میں خوشی کی ایک کرن یہ دکھائی دے رہی ہے کہ مرحوم کے فرزند اکبر حاجی عبد الرحمٰن وانی صاحب نے جو اللہ کے فضل و کرم سے اپنے قابلِ فخر والد کے ہر لحاظ سے جانشین ہیں۔ مدرسہ محمدی شوپیان کی صدارت کا بار سنبھالنے کی پیشکش قبول کی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور ہمیں اسلام پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

طالبِ خیر
محمد عبد اللہ طلادی

AsliAhleSunnet.com

صوفی عبدالرحمٰن صاحب جوارِ رحمت میں

یہ خبر نہایت افسوس کے ساتھ سپردِ قلم کی جارہی ہے کہ الحاج صوفی عبدالرحمٰن صاحب کلکتہ جمعۃ الوداع ۲۸ر رمضان ۱۴۰۴ھ مطابق ۲۹ر جون ۱۹۸۴ء کو انتقال فرماگئے۔ مرحوم مولانا آزاد کے پرانے رفیق اور دینی و ملی تحریکات کے نہایت سرگرم و فعال کارکن، توحید و سنت کے پرجوش شیدائی اور جامعہ سلفیہ کے نہایت اہم اور قدیم ترین رکنِ رکین تھے، علماء کی قدردانی اور مہمان نوازی میں موصوف کی نظیریں کم ہی دیکھنے میں آتی ہیں، اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور ان کے اہلِ خانہ اور جماعت و ملت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین۔

بقیہ ص ۳۱ کا:

کی جڑ بنی رہے گی، بجز اس کے کہ ان کے دل ہی پارہ پارہ ہوجائیں اور اللہ نہایت باخبر حکیم و دانا ہے۔)

اس کو سن کر حاضرین اور خلیفہ زار و قطار رونے لگے۔ مسجد سے واپسی کے بعد عبدالرحمٰن نے اپنے لڑکے حکم سے قاضی منذر کی شکایت کی اور قسم کھائی کہ آئندہ اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھے گا۔ حکم نے باپ سے کہا: قاضی منذر کو ہٹا کر ان کی جگہ کسی دوسرے کو آپ کیوں نہیں امام بنا دیتے۔ گو کہ عبدالرحمٰن کو قاضی سے تکلیف پہنچی تھی (کہ نصیحت تلخ تھی) مگر اس کا دل حق پرست تھا، اس نے حکم کو ڈانٹا اور کہا قاضی منذر جیسے عالم، متقی اور حلیم کو ایک گمراہ نفس کی خواہش اور رضامندی کے لیے معزول نہیں کیا جاسکتا، مجھے اللہ سے شرم آتی ہے کہ اس کے اور میرے درمیان نمازِ جمعہ کے بارے میں قاضی منذر جیسا شخص سفارشی نہ ہو۔ اگرچہ انھوں نے مجھ پر کاری ضرب لگائی ہے، مگر کاش میں اپنی قسم کے کفارہ میں اپنا پورا ملک دے سکتا۔ لہ

ایک ایسی قوم جو خدا، رسولؐ اور یومِ آخرت پر یقین رکھتی ہو اس کا نصب العین یقیناً رضائے الٰہی کا حصول ہونا چاہیے نہ کہ محلات و قصور کی تعمیر۔

لہ اسلام اور مغربی تمدن

اراکین «ندوۃ الطلبہ» کا انتخاب جدید

سابقہ روایات کے مطابق امسال بھی ۲۶ جولائی ۸۴ء بروز جمعرات کو جامعہ کی پرشکوہ مسجد میں مربی انجمن استاذ محترم مولانا عبد الوحید صاحب شیخ الجامعہ اور دیگر اساتذۂ کرام کی نگرانی میں «ندوۃ الطلبہ» کے جدید اراکین کا انتخاب ہوا جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) اصغر علی ف ۲ صدر
(۲) ارشد سراج ف۲ نائب صدر
(۳) محمود الحسن ف ۱ ناظم
(٤) ضمیر احمد ف ۱ نائب ناظم
(٥) عبد العزیز ف ۲ محاسب
(٦) عبد السلام ف ۲ خازن
(۷) فضل اللہ ف ۱ معتمد صحافت
(۸) شاھد کلیم ف ۱ نائب
(۹) ارشد فہیم الدین ف ۲ معتمد خطابت عربی
(۱۰) جاوید مصطفی ع ۳ نائب
(۱۱) محمد رضوان ف ۱ معتمد خطابت عربی
(۱۲) غیاث الدین ع ٤ نائب
(۱۳) عبد السلام ع ٤ معتمد خطابت عربی
(۱٤) ذبیح اللہ ع ٤ نائب
(۱٥) مشتاق احمد ف ۲ معتمد خطابت اردو
(۱٦) عبد المنان ع ٤ نائب
(۱۷) ارشاد احمد ف ۱ معتمد خطابت اردو
(۱۸) محمد فرخ ع ۳ نائب
(۱۹) نیاز احمد ف ۱ معتمد خطابت اردو
(۲۰) اعجاز احمد ع ۲ نائب
(۲۱) حمید اللہ ع ٥ معتمد دار الکتب
(۲۲) نوشاد عظیم ع ٤ نائب
(۲۳) ارشد حسین ع ۳ معاون
(۲٤) لطف الرحمن ع ۳ معاون
(۲٥) محمد حسین ع ۱ معاون
(۲٦) عطاء الرحمن ع ۲ معتمد دار الاخبار
(۲۷) عبد الحلیم ع ۳ نائب
(۲۸) محمد اسلم ع ۱ معاون
(۲۹) شکیل احمد ع ۱ معاون

محمود الحسن گونڈوی

سکریٹری ندوۃ الطلبہ، جامعہ سلفیہ بنارس

AsliAhleSunnet.com

Reg. No. R. N. 40352/81

August MOHADDIS 1984

THE ISLAMIC CULTURAL & LITERARY MONTHLY MAGAZINE
AL-JAMIATUS SALAFIAH (AL-MARKAZIYAH) VARANASI (INDIA)

ہماری اردو مطبوعات

(۱) قادیانیت اپنے آئینہ میں	Rs. 16/00
(۲) فتنۂ قادیانیت اور مولانا ثناء اللہ امرتسری	Rs. 16/00
(۳) تاریخ ادب عربی (حصہ اول)	Rs. 10/00
(۴) " " (حصہ دوم)	Rs. 15/00
(۵) وسیلۃ النجاۃ	Rs. 7/50
(۶) اللمحات الی مافی انوار الباری من الظلمات (جلد اول)	Rs. 28/00
(۷) " " " (جلد دوم)	Rs. 28/00
(۸) رسالت کے سایے میں	Rs. 15/00
(۹) کتاب الکبائر	Rs. 27/00
(۱۰) رمضان المبارک کے فضائل واحکام	Rs. 3/00
(۱۱) اتباع سنت اور تقلید	Rs 12/00
(۱۲) قیاس ایک تقابلی مطالعہ	Rs. 10/00
(۱۳) رکعات تراویح کی صحیح تعداد اور علماء احناف	Rs. 1/25
(۱۴) جماعت اہلحدیث کی تصنیفی خدمات	Rs. 9/00
(۱۵) جماعت اہلحدیث کی تدریسی خدمات	Rs. 11/00
(۱۶) قبروں پر مساجد کی تعمیر اور اسلام	Rs. 15/00
(۱۷) تقلید اور عمل بالحدیث	Rs. 8/50
(۱۸) خاتون اسلام	Rs. 9/00

مکتبہ سلفیہ، ریوری تالاب، بنارس

Published from Markazi Darul-Uloom
Printed by Abdul Waheed
At Salafiah Press, Reori Talab, Varanasi.

AsliAhleSunnet.com